ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ اِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ

راہ سلوک پر گامزن یاران طریقت کیلئے اپنے عنوان پر لکھی جانے والی ایک راہبر و راہنما تصنیف

# نعم الایجاب و بئس السلب فی اثبات حرکۃ القلب

حیات قلب و لطائف و حرکۃ قلب کا ثبوت قرآن و سنت اور افکار صوفیا کی روشنی میں


مؤلف

محقق ابن محقق، مفتی ابن مفتی
پیر طریقت رہبر شریعت
علامہ صاحبزادہ سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی حفظہ اللہ تعالیٰ

تقدیم

علامہ مفتی غلام حسین سیفی حفظہ اللہ



ناشر
اویسیہ سیفیہ اسلامک ریسرچ سنٹر

اشاعت و اہتمام
السیف فاؤنڈیشن لاہور

ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللہ

راہ سلوک پر گامزن یاران طریقت کیلئے اپنے عنوان پر لکھی جانے والی ایک راہبر وراہنما تصنیف

# نعم الایجاب و بئس السلب

# فی اثبات حرکۃ القلب

یات قلب ولطائف وحرکۂ قلب کا ثبوت قرآن وسنت اور افکار صوفیا کی روشنی میں


مؤلف:

محقق ابن محقق، مفتی ابن مفتی

پیر طریقت رہبر شریعت

علامہ صاحبزادہ

سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی حفظہ اللہ تعالیٰ


تقدیم: علامہ مفتی غلام حسین سیفی حفظہ اللہ


ناشر: اویسیہ سیفیہ اسلامک ریسرچ سنٹر

اشاعت اہتمام: السیف فاؤنڈیشن لاہور

0321-2853528

## حسن ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پہلے مجھے پڑھیے

## خاکپائے اخندزادہ مبارک فقیر علامہ غلام حسین سیفی

عربی زبان کا معروف مقولہ ہے الناس اعداء لما جھلوا۔ کہ لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جس کو وہ خود نہ جانتے ہیں، دیگر طبقات کے ساتھ ساتھ ہمارے زمانہ میں اہل تصوف و طریقت ہونے کا دعویٰ کرنیوالے بہت سے حضرات بھی اسی مشکل کا شکار ہیں۔

طریقت کے جو معاملات انکی دسترس، اپروچ، رسائی سے بالاتر ہیں۔ جو مقامات انکی پہنچ سے دور ہیں وہ جن میدانوں کے شہسوار ہی نہیں۔ وہ ان کی طرف آنے کے لئے کوشش کرنے کے بجائے سرے سے ان مقامات عالیہ کا انکار ہی کر دیتے ہیں کہ تصوف و طریقت تو بس یہی ہے جو ہم نے سمجھا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب بھی کسی علم و فن کے کسی قاعدہ، ضابطے، مسئلے، الجھن کے حوالے سے گفتگو ہوتی ہے تو ضروری ہوتا ہے کہ اس فن کے ماہرین کی آرا کو سمجھا جائے۔ مثلاً اگر مسئلہ نحو کا ہے تو امام سیبویہ، ابن جنی، ابن حاجب، جار اللہ زمخشری و دیگر محققین کا قول اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے تلاش کرنا پڑیگا۔ وہی قول اس مسئلہ کی دلیل بھی بنے گا۔ اسی طرح فقہ میں امام ابوحنیفہ ابو یوسف، محمد، حسن بن زیاد، زُفر، طحاوی، برھان الدین مرغینانی، صاحب قدوری، ابن الھمام، ابن نجیم، اور زمانہ قریب کے فقہا، بالخصوص امام اہل سنت اعلحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا کے قول کو بطور حجت و دلیل کے طور پر لایا جاتا ہے۔

اسی لئے جب تصوف کے کسی مسئلہ میں اختلاف و نزاع ہو یا تشکیک و ابہام ہو تو ضروری ہوگا کہ ارباب تصوف، ائمہ تصوف، امام قشیری، امام سلمی حضرت حسن بصری، حضرت حبیب عجمی، شیخ عبدالقادر جیلانی، داتا علی ہجویری، قندیل نورانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

،مرزا مظہر جانِ جاناں رحمہم اللہ علیہم، کے قول کو بطورِ سند، حجت و دلیل پیش کیا اور مانا جائیگا۔

بدقسمتی سے فی زمانہ لوگ اربابِ فن کے اقوال کو دیکھے تحقیق کیے بغیر اس بات کے قائل ہیں کہ قلب جاری ہونا کوئی حقیقی بات نہیں۔

کیونکہ انکے زعم کے مطابق قلب (دل) تو ہر چیز کا ہی جاری ہوتا ہے یعنی حرکت کر رہا ہوتا ہے۔ عجب تماشا یہ ہے کہ وہ اشرف المخلوق کے دل کی حرکت، اور حیوانات کے قلب کی حرکت کو برابر جانتے ہیں۔

حالانکہ تصوف میں جس قلب (دل) کی بات ہوتی ہے وہ یہ قلب نہیں بلکہ لطیفہ قلب ہے۔ احیاء العلوم عجائبات قلب کا بیان تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔

جب اس لطیفہ قلب پر ذکر، عبادت، تلاوت کے انوار کا نزول ہوتا ہے اس کی وجہ سے معروف قلب (دل) حرکت کرتا ہے۔ یعنی حرکت تو یہ پہلے بھی کرتا تھا مگر اب اس حرکت میں اللہ کی یاد شامل ہوگئی ہے۔ یہی بات تو اشرف المخلوقات کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں قبلہ حضرت صاحبزادہ عبدالحق شاہ صاحب نے دلائل و براھین اور اربابِ سلوک وائمہ تصوف کے اقوال واحوال سے نہ صرف قلب کی حرکت کا اثبات کیا ہے بلکہ دیگر لطائف کی حرکات کا ثبوت بھی دیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ ذکر کے دوران بدن پر جو کپکپی اور لرزہ طاری ہوتا ہے اس پر بھی دلائل دیئے ہیں۔ یہ قریباً 25-24 سال قبل کی بات ہے جب ہم دارالعلوم قمر الاسلام میں شعبہ حفظ کے طالبعلم تھے اس وقت ہم فیضان مدینہ جاتے اور حضرت صاحب کے قریب ہی سامنے بیٹھتے تھے۔ جب ذکر کے لئے لائیٹس بند ہوتی تھی تو یقین جانیے کہ بیشمار خوش نصیب ایسے ہوتے تھے کہ جن پر ذکر کے دوران وجد وجذب کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اور قبلہ حضرت کے پرانے رفقاء ان ایام کو دعوت اسلامی کے سنہری ایام میں شمار کرتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں ایک ویڈیو انٹرنیٹ پر عام ہوئی ہے جس میں حضرت قبلہ مولانا الیاس قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ رمضان المبارک کے اختتامی لمحات میں دھاڑیں مار مار کر رو

رہے ہیں، اگر فرقت رمضان کے غم کے اتنے اثرات ہو سکتے ہیں کہ انسان بے قابو بھی ہو جائے اور رو رو کر نڈھال بھی، تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے انوار و تجلیات جب قلب پر اترتے ہیں، تو پھر کیا کیفیت ہونی چاہئے۔ یہ تو سلسلہ مبارکہ کے بانی حضرت قیوم الزماں اخندزادہ سیف الرحمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ، برکت اور فیضان ہے کہ آپ کے مریدین و وابستگان میں انوار جذب کرنے کی صلاحیت اتنی ہے کہ انوار و معرفت کے سمندروں کے سمندر پی جاتے ہیں اور کسی کو خبر تک بھی نہیں ہوتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

لوگ رہتے ہیں زمانے میں کچھ ایسے بھی تو اب
جس کو چاہتے ہیں اسے رب سے ملا دیتے ہیں
جس قلب کی آہوں نے دل پھوک دیئے لاکھوں
اس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہو گی

اس منفرد کتاب میں حسب ذیل نکات کی وضاحت کی گئی ہے جس کی تفصیل آپ آنیوالے صفحات میں پڑھیں گے۔

1۔ تصوف، پیری، مریدی، معرفت، حقیقت باقاعدہ ایک فن و علم ہے جس کا ایک نظام العمل ہے۔ چند لسانی اذکار جن میں طہارت باطنی کا دور دور تک ذکر نہ ہو، تزکیہ، تصفیہ باطنی امراض کے خاتمے، خدا اور بندے کے درمیان پائے جانے والے حجابات کو دور کرنے کا کوئی عملی طریقہ کار نہ ہو۔ ہرگز تصوف نہیں۔

2۔ بعض روایات اگر کتب احادیث میں نہ ہوں اور کتب صوفیا میں ہوں تو انکو تسلیم کرنا چاہئے اس حوالے سے اعلحضرت مجدد دین وملت کا فتویٰ اور وضاحت فتاویٰ رضویہ سے نقل کیا گیا ہے۔

3۔ کوئی شخص اگر کسی مقام سے واقف نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ یہ کہا کرے کہ مجھے علم نہیں، یہ ہرگز نہ کہے کہ ایسا کچھ نہیں۔ کیونکہ علم نہ ہونا کسی شے کے نہ ہونے کی دلیل

نہیں ہے۔

4۔ ظاہری علم اور ظاہری احکام، ظاہر پر لاگو ہونے والے شریعت کے علاوہ باطنی علم، اور باطن سے تعلق رکھنے ولالے احکام بھی قرآن و سنت ائمہ، اولیاء کی تصریحات سے ثابت ہیں۔ ظاہری اوامر کی تکمیل کے لئے، اعمال کی قبولیت کے لئے جن کا بجالانا ضروری ہے۔ اس لئے توجہ، قلب کی حرکت، اشغال باطنی، جذب و سلوک، بدن کا کانپنا، مراقبہ وغیرہ ہی وہ اعمال اور وہ نظام ہے جس کے ذریعے سے انسان کا ایمان کمال کو پہنچنا اور انسان ایک کامل مومن بن سکتا ہے۔

مجھے پاکستان نیوی کے دو ایسے لوگوں نے بتایا جو اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں کہ پاکستان نیوی کا جہاز کریش ہوگیا۔ ایک ہفتہ بعد شہداء کے جسد خاکی ملے۔ ان میں سے ایک صاحب جو سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ حضرت مولانا طاہر المعروف سجن سائیں کے مرید تھے ایک ہفتہ بعد بھی انکا قبل جاری تھا۔ اللہ اللہ کر رہا تھا۔ تمام ڈاکٹرز حیران تھے اور موت کی تصدیق نہیں کر رہتے تھے۔ ان کو بتایا گیا کہ یہ اس طرح ذاکر ہیں، ان کا قلب اسی طرح جاری رہے گا۔ اور یاد رہے کہ مذکورہ سلسلہ میں ایک لطیفہ قلب سے ذکر کیا جاتا ہے۔

جب انکی یہ شان ہے تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جہاں ساتھ لطائف اللہ کے ذکر میں جاری وساری ہوں۔ تو انکی کیا شان ہوگی۔ امید ہے اس کتاب کو پڑھ کر سالکین و وابستگان کے یقین میں اضافہ متردین کے شکوک و ابہام کا خاتمہ ہوگا۔ اگر منکرین بھی خالی الذہن ہوکر اس کتاب کا مطالعہ کریں گے تو انشاء اللہ فیوضات و برکات سے انکا سینہ بھی روشن ہوگا۔

خادم الفقراء علامہ غلام حسین سیفی نقشبندی
جامع مسجد الکریمی ڈیفنس فیز 2 کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی شرح صدور العارفین بمکاشفۃ الاسرار ونور قلوب الواصلین بمشاھدۃ جمالہ من وراء الاستار وکشف بالأذکار خفایالطائف بطون الذاکرین وفتح بالطاعات خبایادوائر نفوس العابدین والف بالمحبۃ بین قلوب المریدین وقلوب المشائخ لکاملین وبلغ بالصحبۃ ارواح السالکین اِلیٰ درجات الواصلین العارفین والصلاۃ والسلام علی من خصہ اللہ بالجلوس علی سریر فتدلیٰ وأراہ مالم یرہ احد من آیاتہ الکبریٰ وعلی آلہ واصحابہ الذین ھم شموس الھدیٰ ونجوم الاھتداء۔ اما بعد!

## سبب تالیف:

حمد، صلاۃ وسلام کے بعد امیر دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس قادری رضوی صاحب کا مدنی چینل سے براہ راست پروگرام مدنی مذاکرہ جو ۷ اجنوری ۲۰۱۶ کو نشر ہوا اس میں امیر دعوت اسلامی سے سوال کیا گیا اور پوچھا گیا کہ ایسی نظر کرم فرمادیں کہ ہمارا بھی قلب جاری ہوجائے تاکہ ہمارا دل اللہ اللہ کرے تو جواب میں امیر دعوت اسلامی نے بغیر کسی تحقیق کے فتویٰ دیا اور کہا کہ دل کا جاری ہونا کچھ نہیں اور بالخصوص ذکر قلبی اور حرکت لطائف بلاواسطہ نقشبندی مجددی بزرگوں پر بلاجواز تنقید کی اور ان کا مذاق اڑایا گیا تو کئی احباب طریقت کے توجہ دلانے پر میں ان کے شبہات کا قرآن اور احادیث مبارکہ اور سلف صالحین اور اولیاء کرام کی عبارات کی روشنی میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے جو جواب دیا ہے سراسر غلط ہے اور بے بنیاد ہے۔ اللہ جل و علی شانہ ہمیں حق بیان کرنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امید ہے وہ اوران کے متبعین دلائل شرعیہ اور ائمہ تصوف وسلوک کے مستند اقوال کے بعد اپنے قول سے رجوع کریں گے۔ یادرہے کہ اس کتاب کا مقصد کسی کی مخالفت کرنا یا کسی کو نیچا دکھانا نہیں بلکہ ایک حقیقت کی وضاحت

ہے جو تصوف و سلوک کی بنیاد ہے لہذا اس کتاب کو اس تناظر میں پڑھا جائے۔ یکفی عفی عنہ۔)

مقدمہ:

ہر آدمی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جس شعبہ سے متعلق بات کرنا چاہتا ہے تو وہ اس شعبہ کے بنیادی اصول وضوابط و قواعد کو جانتا ہو۔ کیونکہ ہر علم کے کچھ بنیادی اصول ہوتے ہیں۔

**ا۔ چنانچہ حضرت امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الیواقیت والجواہر میں امام ابن عربی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔**

ما من طائفة تحمل علما من المنطقين والنحاة واهل الهندسة والحساب والمتكلمين والفلاسفة الا ولهم اصطلاح لا يعلمه الدخيل فيهم الا بتوقيف منهم۔

علماء منطق، نحو، ہندسہ، حساب، عقائد اور فلسفہ کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کو ان علماء کے بتانے کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ (الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر ج ا ص ۲۰)

**۲۔ الشیخ عبد القادر عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ حقائق عن التصوف میں لکھتے ہیں۔**

فان لكل فن من الفنون او علم من العلوم كالفقه والحديث والمنطق والنحو والهندسة والجبر والفلسفة اصطلاحات خاصة به لا يعلمها الا ارباب ذالك العلم۔

تمام علوم وفنون مثلاً فقہ، حدیث، منطق، نحو، ہندسہ، الجبر اور فلسفہ وغیرہ کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں جو ان علوم کے ماہرین جانتے ہیں۔ (حقائق عن التصوف ص ۲۵۸۔ از دیوان پریس برطانیہ)

**۳۔ الشیخ القاضی العلامۃ محمد اعلیٰ بن علی الفاروقی (المتوفی ۱۱۹۱ھ۔ لکھتے ہیں:**

## الشطح من مصطلحات الصوفیة۔

شطح صوفیائے کرام کی اصطلاحات میں سے ایک اصطلاح ہے۔

(کشاف اصطلاحات الفنون جلد ۲ ص ۹۴ سہیل اکیڈمی لاہور)

## صوفیاء اور علماء کے مابین سبب نزاع کے اسباب :

ہر علم کی الگ الگ اصطلاحات ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں جو علماء اور بعض مشائخ کے درمیان نزاع کی نوبت آجاتی ہے تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ علماء، صوفیاء کی اصطلاحات سے واقف نہیں ہوتے اور مشائخ، علماء و محدثین کی اصطلاحات سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ہم متقدمین مشائخ و علماء کی بات نہیں کر رہے کیونکہ تقریباً دو اڑھائی سو سال قبل تک علم ظاہر اور علم باطن کا مرکز ایک ہی ہوتا تھا جو بھی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوتا وہ بیک وقت صوفی بھی ہوتا اور عالم بھی ہوتا۔ اگر صاحب رتبہ صوفی نہ بھی ہوتا تو فکری و نظری طور پر تصوف و اہل تصوف سے ضرور واقف و مانوس ہوتا اور بقدر ظرف طلب ان سے فیض یاب بھی ہوتا تھا۔ لیکن زوال امت اور مغربی غلامی کے آغاز سے یعنی تقریباً دو اڑھائی سو سال سے علماء و صوفیاء کو الگ الگ کر دیا گیا ہے نہ وہ ان سے واقف رہے نہ یہ ان سے واقف رہے۔

بوجہ درج بالا کئی ایک سائل و معاملات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جن پر تحقیق مزید کے بجائے بات خواہ مخواہ کی بحث و تنقیص پہ جا پہنچتی ہے جس سے اکابرین و سلف صالحین کے طریقہ و تربیت سے آدمی کہیں دور جا نکلتا ہے۔ مثلاً ایک معاملہ جو سوال کی شکل میں اکثر پیش آتا ہے کہ:

صوفیائے کرام جو احادیثِ مبارکہ "قال رسول اللہ ﷺ" لکھ کر بیان کرتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر احادیث صحاح ستہ کی کتابوں میں نہیں ملتی تو کیا ان احادیث کا انکار اس بناء پر کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ یہ صحاح ستہ میں موجود نہیں ہیں لہٰذا یہ احادیث ہی نہیں ہیں؟ کچھ لوگ صوفیاء کرام کی کتابوں میں ان کی نقل کردہ احادیث مبارکہ کو نہیں مانتے بلکہ

صرف اسی کو حدیث مانتے ہیں جو صحاح ستہ میں ہوں۔ کچھ لوگ صوفیاء کرام کے معمولات پر اعتراضات کرتے ہیں حالانکہ وہ معمولات سلف صالحین سے منقول ہوتے ہیں اور وہ اس انکار کی وجہ سے اللہ والوں سے دشمنی مول لے کر خواہ مخواہ اپنی ہلاکت کا سامان کرتے ہیں۔

۱۔ انسان کی دو حالتیں:

**حضور شہنشاہِ بغداد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:**

فالانسان علی نوعین: جسمانی وروحانی۔

ترجمہ: پس انسان کی دو حالتیں ہیں جسمانی اور روحانی۔

(سر الاسرار و مظہر الانوار فی مایحتاج الیہ الابرار ص ۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان)

**۲۔ سندِ اصفیاء واتقیاء وعلماء حضرت امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:**

الانسان مرکب من جسم وروح۔

ترجمہ: انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔

(لواقع الانوار القدسیۃ فی بیان العہود المحمدیہ ص ۳۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

**۳۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:**

واعلم ان الانسان مرکب من جسد ومن روح۔

ترجمہ: اور جان لے کہ انسان مرکب ہے جسم اور روح سے۔

(تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۱۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ان جلیل القدر شیوخ امت کی درج بالا عبارات سے مترشح ہوا کہ اللہ رب العزت نے انسان کو بشریت اور روحانیت کا مرکب بنایا ہے اور انسان کی ظاہری اور باطنی تطہیر کے لئے دو علوم

(علم ظاہر یعنی علم شریعت اور علم باطن یعنی علم روحانیت) عطا فرمائے جن کو قرآن مجید اور احادیثِ رسول ﷺ میں مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ یہی مضمون آیات و احادیث میں بیان ہوا ہے۔

آیت نمبر 1: فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمہ: تو دونوں نے (وہاں) ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے (خضر علی نبینا وعلیہ السلام) کو پالیا جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے (خصوصی) رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اسے علم لدنی (یعنی اسرار و معارف کا الہامی علم) سکھایا تھا۔ (الکہف: آیت ۶۵)

## ۱۔ امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی علیہ الرحمہ (المتوفی ۶۷۱ھ)

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ای علم الغیب ابن عطیہ: کان علم الخضر معرفتہ بواطن قد اوحیتہ الیہ۔

ترجمہ: یعنی علم غیب ہے اور ابن عطیہ کا قول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کا علم باطنی حقائق کا جاننا تھا جو ہم نے ان کی طرف وحی کیا۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۳ ص ۳۲۵، مکتبۃ الرسالۃ العالمیۃ)

## ۲۔ امام نور الدین علی بن سلطان الہروی المکی الحنفی المعروف بہ الملا علی القاری (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علیہ الرحمہ

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

العلم اللدنی ما یحصل من طریق الہام دون التکلیف بالطلب۔

ترجمہ: علم لدنی وہ ہے جو طلب کی مشقت کے بجائے الہام کے طریقہ سے حاصل ہو۔

(تفسیر ملا علی قاری المسمی انوار القرآن واسرار الفرقان جلد ۳ ص ۲۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

## ۳۔ الشیخ اسماعیل حقی بن مصطفی الحنفی (المتوفی سنہ ۱۱۲۷ھ) علیہ الرحمہ وعلمناہ من لدنا علما کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خاصا هو علم غيوب والاخبار عنها باذنه تعالى على ما ذهب اليه ابن عباس رضى الله تعالى عنهما او علم الباطن.

ترجمہ: (علم لدنی) حقیقتاً علم غیب کی خبریں ہیں اللہ تعالیٰ کے اذن سے۔ اس کی طرف حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے ہیں یا علم لدنی سے مراد علم باطن ہے۔

## ۴۔ علامہ اسماعیل حقی آگے لکھتے ہیں:

وعلمناه من لدنا علما وهو علم معرفة ذاته وصفاته الذى لا يعلمه احد الا بتعليمه اياه.

ترجمہ: (وعلمناہ من لدنا علما) علم لدنی اس کی ذات وصفات کی معرفت کا نام ہے اسے کوئی ایک بھی نہیں جانتا مگر جسے وہ بطورِ خاص سکھائے۔ (تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۲۷۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

## ۵۔ علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد الحنفی علیہ الرحمہ (المتوفی سنہ ۱۱۹۵ھ) وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله (وهو علم الغيوب) والمراد بالغيب هنا الخفى لا ينتصب عليه دليل وقد اعلم الله الخضر بعضا من تلك الغيوب.

ترجمہ: اور وہ علم غیوب ہے اور غائب سے مراد یہاں خفی علم ہے جس پر دلیل قائم نہیں ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ نے حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام کو بعض ان غیوب میں سے علم عطا کیا تھا۔

(حاشیۃ القونوی علی تفسیر امام بیضاوی جلد ۱۲ ص ۲۷ ۱۲دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

آیت نمبر ۲: قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر علم باطن سے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ(سورة البقره ایت نمبر ۱۵۱)

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً وقلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت ودانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

## ۱۔ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ) اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

بالفکر والنظر اذ لا طریق الی معرفته سوی الوحی و کرر الفعل لیدل علی انه جنس آخر۔

ترجمہ: تم ان علوم کو نظر و فکر کے ذریعے نہیں جانتے کیونکہ اس کی معرفت کی طرف وحی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں اور یہاں فعل (یعلمکم) کا تکرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ (علم) دوسری جنس سے ہے۔ (تفسیر انوار القرآن واسرار الفرقان ج ۱ ص ۱۳۶)

## ۲۔ خاتمۃ المحققین و عمدۃ المدققین السید محمود آلوسی البغدادی علیہ الرحمہ (المتوفی: سنہ ۱۲۷۰ھ) نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے:

(تفسیر روح المعانی جلد ۱ ص ۱۲۸ المکتبۃ الحقانیۃ ملتان)

۳۔الشیخ القاضی ثناء اللہ العثمانی الحنفی المظہری علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں:

تکرار الفعل یدل علی ان ھذا التعلیم من جنس آخر ولعل المراد بہ العلم اللدنی۔

ترجمہ:(یعلمکم) فعل کا تکرار اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم دوسری قسم کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے۔

(تفسیر المظہری جلد ا ص ۱۵۱۔۱۵۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور ان کی تفاسیر سے خوب واضح ہو گیا ہے کہ علم ظاہر کے ساتھ ایک دوسرا علم بھی ہے جو علم باطن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور حضور نبی پاک ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان دونوں علوم کی باقاعدہ تعلیم فرمائی۔

## علم باطن کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

**حدیث نمبرا۔** حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: " حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِعَاءَيْنِ: فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهُ، وَأَمَّا الآخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهُ قُطِعَ هَذَا البُلْعُومُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی پاک ﷺ سے دو اقسام کے علم سیکھے ہیں ایک کو تو میں نے بیان کر دیا اور دوسرے کو اگر میں بیان کروں تو میرا یہ حلقوم کاٹ دیا جائے گا۔

( صحیح البخاری، باب حفظ العلم ص ۱۰۵، دار المعرفت بیروت لبنان

## محدثین کے اقوال:

۱۔ الحافظ الامام بدر الدین ابی محمد بن احمد العینی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۸۵۵ھ) اسی حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قالت المتصوفة المراد بالاول علم الاحکام والاخلاق وبالثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اہل العرفان وقال آخرون منہم: العلم المکنون علما وھو نتیجة الخدمة وثمرة الحکمة لا یظفر بھا الا الغواصون فی بحار المجاھدات ولا یسعد بھا الا المصطفون بانوار المجاھدات والمشاھدات۔

ترجمہ: صوفیاء کرام فرماتے ہیں پہلے ظرف سے مراد احکام اور اخلاق کا علم ہے اور دوسرے ظرف سے مراد اسرار ورموز کا علم جو اغیار سے محفوظ ہے اور اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور دیگر صوفیاء نے کہا: اس سے مراد مخفی علم ہے اور وہ راز جو محفوظ ہے اور یہ (مقربین) کی خدمت کا نتیجہ اور حکمت کا ثمرہ ہے۔ یہ ان ہی کو حاصل ہوتا ہے جو مجاہدات کے سمندروں میں غوطہ لگاتے ہیں اور یہ ان ہی پر منکشف ہوتا ہے جن کے دل مجاہدات اور مشاہدات کے انوار سے روشن ہوتے ہیں۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۵ ادار الاحیاء بیروت)۔

**۲۔ ولعل المراد بالاول علم الاحکام والاخلاق وبالثانی علم الاسرار المصون عن الاغیار المختص بالعلماء باللہ من اہل العرفان۔**

ترجمہ: اور شاید پہلے علم سے مراد احکام واخلاق کا علم ہے اور دوسرے سے مراد اسرار ورموز کا علم ہے جو اغیار سے محفوظ ہے اور اہل عرفان میں سے علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔ (شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن جلد ا ص ۴۵۷ مکتبۃ العلمیۃ بیروت لبنان)

۳۔ شیخ المحققین حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

و گفتہ اند کہ مراد باول علم احکام و اخلاق ست کہ مشترک است میان خواص و عوام فبثثانی
اسرار کہ محفوظ و مصوّن است از اغیار از جہت باریکی و پوشیدگی آن و عدم وصول فہم
بان و مخصوص است بخواص از علماء باللہ از اہل عرفان۔

ترجمہ: اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ اول علم سے مراد احکام و اخلاق کا علم ہے اور (
علم) خواص و عوام میں مشترک ہے اور دوسرے علم سے مراد اسرار کا علم ہے جو اغیار
محفوظ و مصوّن (بچا ہوا) ہے کیونکہ وہ اپنی باریکی پوشیدگی اور فہم عوام کے اس تک رسائی
ہونے کے باعث اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد ا ص ۱۹۰ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان

**۴۔ العلامہ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

فاما احدهما وهو علم الظاهر من الاحكام والاخلاق واما الآخر وهو علم الباطن۔

ترجمہ: پس دونوں علوم میں سے پہلا علم احکام اور اخلاق سے متعلق ہے اور وہ علم ظاہر ہے
اور دوسرا وہ علم باطن ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ا ص ۴۷۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان

**۵۔ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ مراٰۃ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو قسم کے علم ملے ایک علم
شریعت جو میں نے تمہیں بتا دیا اور دوسرا علم اسرار و طریقت و حقیقت کہ اگر وہ ظاہر کروں
تو عوام نہ سمجھیں اور مجھے بے دین سمجھ کر قتل کر دیں۔

(مراٰۃ شرح مشکوۃ جلد ا ص ۱۸۲ مکتبہ اسلامیہ لاہور

## 2- علم باطن کے ثبوت پر دوسری دلیل حدیث کی روشنی میں

ان دونوں علوم کی مزید تائید حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتی ہے۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلا روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

العلم علمان: فعلم فی القلب فذاك العلم النافع وعلم علی اللسان فذاك حجة اللہ عز وجل علی ابن آدم۔ رواہ الدارمی۔

ترجمہ: علم دو قسم کا ہے پس ایک قلب کا علم ہے پس یہی علم نافع ہے اور دوسرا زبان کا علم ہے پس یہ بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب العلم ص ۳۷ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان)

**۱۔ الشیخ علی بن سلطان محمد القاری علیہ الرحمہ (المتوفی سنہ ۱۰۱۴ھ) اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

قد یحمل الاول علی علم الباطن والثانی علی علم الظاہر۔

ترجمہ: تحقیق محمول کیا ہے پہلے علم کو علم باطن پر اور دوسرے کو علم ظاہر پر۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ کتاب العلم حدیث نمبر ۲۷۰ جلد ۱ ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

**۱۔ امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ الطیبی علیہ الرحمہ (المتوفی: سنہ ۷۴۳ھ) اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:**

یمکن ان یحمل الحدیث علی علم الظاہر والباطن۔

ترجمہ: اور ممکن ہے کہ اس حدیث کو علم ظاہر اور علم باطن پر محمول کیا جائے۔

شرح الطیبی علی مشکاۃ المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن جلد ۱ ص ۴۲۶ مکتبہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ)۔

**۱۔ حجۃ الاسلام امام ابی حامد محمد بن محمد الغزالی علیہ الرحمہ (المتوفی: سنہ ۵۰۵ھ) علم طریق آخرت سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

فاعلم انه قسمان: علم مکاشفة وعلم معاملة فالقسم الاول علم المکاشفن
وهو علم الباطن وذلك غاية العلوم۔

ترجمہ: پس جان لیں کہ اس کی دو قسمیں ہیں: علم مکاشفہ اور علم معاملہ پس پہلی قسم علم مکاشفہ
ہے اور وہ علم باطن ہے اور وہ تمام علوم کی انتہا اور علت غائی ہے۔

(احیاء العلوم الدین جلد ا ص ۳۵ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

## 3-- علم باطن کے ثبوت پر تیسری دلیل حدیث نبوی ﷺ سے

ان دونوں علوم کی تائید میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نہایت
قابل ذکر ہے:

قال رسول الله ﷺ : انزل القرآن علی سبعة احرف لکل آية منها ظاهر وباطن
ولکل حد مطلع۔ رواه فی شرح السنه۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر اترا ہے ان میں ہر آیت
ایک ظاہر ہے اور ایک باطن بھی اور ہر ظاہر اور باطن کی ایک حد ہے جہاں سے اطلاع ہے۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب العلم، ص ۳۵ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان)

**امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ الاتقان فی علوم القرآن میں اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:**

واخرج ابو نعیم فی الحلیة عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل علی سبعة احرف۔
منها حرف الا وله ظهر وبطن وان علی بن ابی طالب عنده من الظاهر والباطن۔

ترجمہ: امام ابو نعیم اصفہانی حلیہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ بے شک قرآن پاک سات حروف پر نازل ہوا ہے کہ اس کے ہر حرف کا ظاہر
بھی ہے اور باطن بھی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ظاہر کا بھی اور باطن
کا بھی علم ہے۔

(الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون ص ۶۵ دار الکتب العربی بیروت لبنان)
الاولیاء وطبقات الاصفیاء جلد ا

ان تمام دلائل سے یہ واضح ہوا کہ علم ظاہر کی طرح علم باطن بھی ہمارے دین کا حصہ ہے اور اس کی تعلیم دینا فرائض نبوت میں سے ہے اور زمانہ مصطفی ﷺ میں اس کی باقاعدہ تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔

## علم باطن کے ثبوت میں ائمہ کے اقوال:

۱۔اب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ ان دونوں علوم کے باہمی ربط و تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں۔

من تفقه ولم یتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم یتفقه فقد تزندق ومن جمع بینهما فقد تحقق۔

ترجمہ: جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف سے بے بہرہ رہا پس وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنایا مگر فقہ کو نظر انداز کر دیا وہ زندیق ہوا جس نے دونوں کو جمع کیا پس اس نے حق کو پالیا۔ (محقق بنا) (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ا ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)۔

۲۔ حضرت امام ابو طالب المکی علیہ الرحمہ ان دونوں علوم کے ربط و تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں:

هما علمان اولیان لا یستغنی احدهما عن الأخر بمنزلة الاسلام والایمان مرتبط کل منهما بالأخر کالجسم والقلب لا ینفك احد عن صاحبه۔ (رواه دارمی)

ترجمہ: یہ دونوں علوم اصل ہیں کوئی ایک بھی دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتا یہ بمنزل ایمان اور اسلام کے ہیں ان کا ایک دوسرے سے تعلق جسم اور دل کی طرح ہے کوئی ایک بھی دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ا ص ۴۷۸ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان۔ شرح الطیبی علی مشکوۃ المصابیح جلد ا ص ۴۵۶ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)۔

۳۔ اور اسی طرح امام الفقہاء والمجتہدین سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) نے ان دونوں علوم کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَهِيَ وَالطَّرِيقَةُ وَالشَّرِيعَةُ مُتَلَازِمَةٌ۔

ترجمہ: اور یہ طریقت اور شریعت لازم و ملزوم ہیں۔
(ردالمحتار علی درالمختار جلد ۴ ص ۲۳۹ مکتبہ امدادیہ ملتان)

**۴۔ امام ابو القاسم قشیری علیہ الرحمہ شریعت و طریقت کے باہمی ربط کو یوں بیان کرتے ہیں:**

وکل شریعة غیر مؤیدة بالحقیقة فغیر مقبول وکل حقیقة غیر مقیدة بالشریعة فغیر مقبول۔

ترجمہ: پس جس شریعت کو حقیقت کی تائید حاصل نہ ہو وہ غیر مقبول ہے اور جو حقیقت شریعت سے مقید نہ ہو وہ بھی غیر مقبول ہے۔
(الرسالۃ القشیریۃ ص ۱۱۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

**۵۔ الشیخ القاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ علم باطن کہاں سے حاصل ہو گا؟ اور اس کا ماخذ و مصدر کیا ہے؟**

العلم اللدنی المأخوذ من بطون القران ومن مشکوة صدر النبی صلی الله علیه وسلم الذی لا سبیل الی درکه الا الانعکاس واما درك درکه فبعید عن القیاس۔

ترجمہ: علم اللدنی کے حصول کا ذریعہ قرآن کا باطن اور حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ اطہر ہے اس علم اللدنی کے حصول کا فقط واحد ذریعہ انعکاس ہے اس کے ادراک کا پتہ چلانا بعید از قیاس ہے۔ (التفسیر المظہری جلد ۱ ص ۱۵۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

## علم باطن کے حصول کے ذرائع اور ثمرات:

بطونِ قرآن اور سینہ مصطفی ﷺ تک رسائی فقط طہارت باطنی سے ہی ممکن ہے اور قرآنی اصطلاح میں طہارت باطنی کو تزکیۂ نفس کا نام دیا گیا ہے اور یہی تزکیۂ نفس انسان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (سورۃ الاعلیٰ ۱۴)

ترجمہ: بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہوں کی آلودگی سے) پاک ہو گیا۔

۱۔ نجیب الطرفین الشیخ عبد القادر الجیلانی البغدادی قدس سرہ (المتوفی ۵۶۱ھ) اس آیت کے ذیل میں تفسیر الجیلانی میں لکھتے ہیں۔

وتطهير عن ادناس الطبائع واكدار الهيولى من الميل الى الدنيا وما فيها من اللذات الفانية والشهوات الغير الباقية وتوجه نحو المولى بالعزيمة الخالصة۔

ترجمہ: اور پاک ہو طبیعتوں کے میل کچیل سے اور مادہ کی کدورتوں سے یعنی دنیا کی طرف مائل ہونے سے اور جو اس میں لذات فانیہ ہیں ان سے اور فانی شہوات سے اور تو متوجہ ہو اپنے مولیٰ کی طرف خالص عزیمت وارادے کے ساتھ (یعنی ہر چیز سے کٹ کر)

(تفسیر جیلانی جلد ۵ ص ۴۱۰ دار الکتب العلمیۃ)

۲۔ اور علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى کے تحت لکھتے ہیں:

فی الآية اشارة الى تطهير النفس عن المخالفات الشرعية وتطهير القلب عن محبة الدنيوية بل عن ملاحظة الغير والتوجه الى الله تعالى بقدر الاستعداد۔

ترجمہ: اس آیت میں اشارہ ہے کہ نفس کو مخالفتِ شرعیہ سے پاک کرنے اور قلب کو حب دنیا سے اور غیر اللہ کی طرف دیکھنے سے پاک کیا جائے اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف بقدر استعداد متوجہ کر۔

(روح البیان تفسیر القرآن جلد ۱۰ ص ۷ ۱۴۱ مکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

آیت نمبر ۲:

اور قرآن مجید میں ایک اور مقام پر تزکیہ نفس سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴿۱۰﴾۔ (الشمس)

ترجمہ: بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو ونما کی) اور بے شک وہ نامراد ہو گیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کر لیا (اور نیکی کو دبا دیا)۔

# آئمہ کے اقوال

۱۔ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشا
فرماتے ہیں:
معناہ قد افلح من زکی نفسہ فاصلحھا وحملھا علی طاعۃ اللہ عز وجل۔
ترجمہ: اس کا معنیٰ یہ ہے بے شک وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر
اور اس کی اصلاح کرلی اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کرلیا۔
(تفسیر بغوی المسمی معالم التنزیل جلد ۴ ص ۴۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ تف
مظہری جلد ۷ ص ۴۶ مکتبہ رشیدیہ)۔
تو تزکیہ نفس کرنے سے انسان کے دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے جس کو صوفیانہ اصطلاح میں
علم باطن کہتے ہیں

۲۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
علم المکاشفۃ فھو عبارۃ عن نور یظھر فی القلب عند تطھیرہ وتزکیہ م
صفاتہ المذمومۃ۔
ترجمہ: علم مکاشفہ نور سے عبارت ہے اور وہ ظاہر ہوتا ہے دل میں اس کے صفاتِ مذمو
سے طہارت اور پاکیزگی کے وقت۔

(احیاء العلوم الدین جلد ا ص ۳۶ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

۳۔ اور ان کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام ابی العباس احمد بن محمد بن المھدی ابن عجیب
الحسنی لکھتے ہیں:
وذالک بعد تطھیر القلب من النقائص والرذائل وتفرغہ من العلائق
والشواغل فاذا کمل تطھیر القلب وانجذب الی حضرۃ الرب فاضت علیہ العلوم
اللدنیۃ والاسرار الربانیۃ۔

ترجمہ: اور (اس نور کا پیدا ہو جانا) قلب کا نقائص اور رذائل سے پاک ہونے اور دل کا علائق وشواغل سے فارغ ہونے کے بعد ہے۔ پس جب دل کی طہارت مکمل ہو جاتی ہے اور اللہ رب العزت کی حضوری نصیب ہوتی ہے تو علم لدنیہ اور اسرار ربانیہ (دل) پر وارد ہونے لگتے ہیں۔ (تفسیر بحر المدید جلد ۴ ص ۷۹ امکتبہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

**۴۔ شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

وبعضے میگویند کہ این بشارت است برائیان جمال اورا در خواب کہ آخر بعد از ارتفاع کدورات نفسانیہ وقطع علائق جسمانیہ بمرتبہ کہ بے حجاب کشفا وعیانا دبیداری باین سعادت فائز باشند۔

ترجمہ: بعض ارباب معرفت کہتے ہیں کہ یہ خواب میں جمال محمدی ﷺ کا دیدار کرنے والے خوش بختوں کے لئے بشارت ہے کہ جسمانی کدورتوں کے اٹھ جانے اور جسمانی تعلقات منقطع ہو جانے کے بعد اس مقام کو پہنچ جائیں گے کہ بحالت بیداری کشف اور مشاہدے میں اس سعادت کو حاصل کریں گے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۶۸۵ المکتبۃ الحبیبیۃ کانسی روڈ کوئٹہ)

**۴۔ اور اسی سے متعلق حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المنقذ من الضلال میں لکھتے ہیں:**

ووراء العقل طور آخر تنفتح فیہ عین اخری یبصر بہا الغیب وما سیکون فی المستقبل وامورا اخری العقل معزول عنہا۔

ترجمہ: عقل سے آگے ایک اور راستہ ہے جس میں دوسری آنکھ کھل جاتی ہے جس کے ذریعے غیب کا ادراک ہوتا ہے اور مستقبل میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات اور دیگر ایسے امور جس سے عقل قاصر ہوتی ہے وہ بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ (مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص ۶۶ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

**۵۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ الرسالۃ اللدنیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:**

ما من عبد الا ولقلبه عينان. وهما عينان يدرك بهما الغيب فاذا اراد الله تعالى بعبد خيرا فتح عيني قلبه ليرى ما هو غائب عن بصره.

ترجمہ: ہر بندے کے دل کی دو آنکھیں ہیں۔ جن سے وہ غائب کا ادراک کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے قلب کی دونوں آنکھوں کو کھول دیتا ہے تاکہ وہ ان چیزوں کو بھی دیکھ لے جو اس کی ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔

(مجموعہ رسائل امام غزالی الرسالۃ اللدنیہ ص ۶۲ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

نور باطن کی وسعت کا اندازہ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد سے لگائیے آپ فرماتے ہیں:

ومن اول الطريقة تبتدئ المشاهدات والمكاشفات حتى انهم فى يقظتهم يشاهدون الملائكة وارواح الانبياء ويسمعون منهم اصواتا ويكتسبون منهم فوائد۔

ترجمہ: اور ابتدائے طریقت میں مکاشفات و مجاہدات شروع ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ عین حالت بیداری میں بھی وہ ملائکہ اور ارواح انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔

(مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ تفسیر روح المعانی جز ۲۲ ص ۱۵۷ المکتبہ الحقانیہ ملتان)

## اہل عرفان کا دربار رسالت سے براہ راست فیض حاصل کرنا:

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سے پاکیزہ نفوس اس مقام پر پہنچے جو مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست ہدایت و رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

## حدیث طوبیٰ لمن رانی سے استدلال:

۱۔ علامہ محمد عبد الرؤف المناوی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۰۳۱ھ) حدیث طوبیٰ لمن رانی کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعارفون یرونه فی عالم الحس یقظة حتی قال الشیخ ابو العباس المرسی: لو احتجب عنی رسول الله ﷺ طرفة عین ما عددت نفسی من الفقراء وفی روایة من المسلمین۔

ترجمہ: عارفین آپ ﷺ کو عالم بیداری میں دیکھتے ہیں یہاں تک کہ حضرت شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر رسول اللہ ﷺ ایک پل کے لئے بھی مجھ سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو (اس وقت) فقراء میں شمار نہیں کرتا اور ایک روایت میں ہے مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر جلد ۴ ص ۷۰ ۳ حدیث ۵۳۰۵ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

**۲۔ امام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمۃ (المتوفی: ۹۱۱ھ) شیخ ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:**

وقال الشیخ لو حجب عنی رسول الله ﷺ طرفة عین ما عددت نفسی من المسلمین

ترجمہ: اگر رسول اللہ ﷺ ایک لمحہ بھر بھی مجھ سے محجوب ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔ (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

**۳۔ عارف باللہ احمد بن محمد بن عجیبہ شرح الحکم میں حضرت الشیخ ابو العباس المرسی کا قول یوں نقل کرتے ہیں:**

قال ابو العباس المرسی لی ثلاثون سنة ما غاب عنی رسول الله ﷺ طرفة عین ولو غاب عنی ما اعددت نفسی من المسلمین۔

ترجمہ: ابو العباس المرسی نے فرمایا تیس سال سے میری یہ کیفیت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ایک پل بھی علیحدہ (غائب) نہیں ہوئے اگر آپ ﷺ مجھ سے اوجھل ہو جائیں تو میں خود کو مسلمانوں میں شمار نہیں کرتا۔

(العادا لغمم عن ایقاظ الھمم فی شرح الحکم ص ۱۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

۴۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الحاوی للفتاوی میں شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وقال ایضا فی ترجمۃ الشیخ خلیفۃ بن موسی النہر ملکی: کان کثیر الرؤیۃ لرسول اللہ ﷺ یقظۃ ومناما فکان یقال ان اکثر افعالہ متلقاۃ منہ بامر منہ اما یقظۃ اما مناما۔ ورأہ فی لیلۃ واحدۃ سبع عشر مرۃ۔

ترجمہ: اسی طرح شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی کے سوانح حیات میں ہے کہ ان کو حالت بیداری میں رسول اللہ ﷺ کا کثرت سے دیدار ہوتا تھا اور نیند کی حالت میں بھی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے اکثر امور آپ ﷺ سے حاصل شدہ تھے۔ اور آپ ﷺ کے حکم سے تھے وہ احکام یا تو حالت بیداری میں تھے یا حالت خواب میں بھی تھے اور ایک ہی رات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آقا علیہ السلام کی سترہ (۱۷) مرتبہ زیارت کی۔

(الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۱۲۵۹ لمکتبۃ النوریۃ الرضویۃ)۔

اسی روایت کو امام المحققین عمدۃ المدققین مفتی بغداد حضرت شیخ شہاب الدین سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی: ۱۲۷۰ھ) نے بھی تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ جز ۲۲ ص ۵۱ پر نقل کیا ہے:

۵۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۷۳ھ) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۱۱ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

والشیخ جلال الدین السیوطی کان یقول۔ رأیت النبی ﷺ واجتمعت بہ یقظۃ نیفا وسبعین مرۃ۔

ترجمہ: شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی مجلس اور زیارت حالت بیداری میں پچھتر (۷۵) مرتبہ کی۔

حوالہ: (لواقع الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ ص ۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

۶۔ علامہ ابی العباس احمد بن محمد بن المہدی ابن عجیبہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۲۴ھ) حضرت الشیخ ابو العباس المرسی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واهل هذا المقام موجودون فی کل زمان فان القادر فی زمانهم هو القادر فی زماننا۔

ترجمہ: اس مقام و مرتبے والے لوگ ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں پس ان کے زمانہ میں جو (اس مقام پر) فائز رہے وہ ہمارے زمانہ میں بھی پائے گئے ہیں (یعنی کوئی زمانہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا)۔ (تفسیر بحر المدید فی تفسیر القرآن المجید جلد ۳ ص ۳۶۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

**۷۔ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:**

واعلم ان مقام مجالسۃ رسول اللہ ﷺ عزیزۃ جدا وقد جاء شخص الی سیدی علی المرصفی وانا حاضر فقال: یا سیدی قد وصلت الی مقام صوت اری رسول اللہ ﷺ یقظۃ ای وقت شئت۔

ترجمہ: جان لے بے شک رسول اللہ ﷺ کی ہم نشینی بہت ہی پیاری ہے اور تحقیق ایک شخص سید علی مرصفی کی بارگاہ میں آیا اور میں بھی وہاں موجود تھا اس نے کہا یا سیدی میں ایک ایسے مقام تک پہنچ گیا ہوں جہاں میں حالت بیداری میں جس وقت بھی تمنا کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر لیتا ہوں۔

(لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ ص ۱۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

**۸۔ الشیخ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضور شہنشاہِ بغداد حضرت شیخ عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی کے متعلق الحاوی للفتاوی میں اور شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۹۷۴ھ) فتاوی حدیثیہ میں لکھتے ہیں:**

قال الشیخ سراج الدین بن الملقن فی طبقات الاولیاء قال الشیخ عبد القادر الجیلانی رأیت رسول اللہ ﷺ قبل الظہر فقال لی یا بنی لم لا تتکلم؛ قلت یا ابتاہ انا رجل اعجمی کیف اتکلم علی فصحاء بغداد؛ فقال افتح فاك ففتحتہ فتفل فیہ سبعا وقال: تتکلم علی الناس وادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ فصلیت الظہر وجلست وحضرنی خلق کثیر فارتج علی فرایت علیا قائما ازائی فی المجلس فقال لی: یا بنی لم لا تتکلم؛ قلت یا ابتاہ قد ارتج علی فقال:

افتح فاك ففتحته فتفل فيه ستا فقلت: لم لا تكملها سبعا؛ قال ادبا مع رسول الله ﷺ۔

ترجمہ: شیخ سراج الدین بن الملقن طبقات الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ظہر سے پہلے دیکھا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے میرے بیٹے تم کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی اے میرے حضور! میں عجمی ہوں کیسے بغداد کے فصیح و بلیغ لوگوں کے سامنے تقریر کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا پس آپ نے سات مرتبہ اپنا لعابِ دہن ڈالا اور فرمایا لوگوں کو وعظ و نصیحت کیجئے اور بلائیے اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔ پس میں نے نماز ظہر ادا کی اور میں وعظ کیلئے بیٹھا تو بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ مجھ پر کپکپی طاری ہوئی تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے برابر میں اسی مجلس میں دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے آپ کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کی دادا حضور! مجھ پر کپکپی طاری ہو رہی ہے تو آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولیئے میں نے اپنا منہ کھولا آپ رضی اللہ عنہ نے چھ مرتبہ لعابِ دہن ڈالا میں نے عرض کیا سات مرتبہ مکمل کیوں نہیں فرمایا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کی وجہ سے۔ الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنا نفتاوی حدیثیہ ص ۲۹۳ قدیمی کتب خانہ تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ ص ۵۱ مکتبہ حقانیہ ملتان)

**۹۔ شیخ محقق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور شہنشاہِ بغداد سیدنا شیخ عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:**

در بهجة الاسرار باسنادی که دروی دوواسطه بیش نیست روایت کرده که روزی غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی الله عنه بر کرسی نشته بود ووعظ میفرمود وقریب بده هزار کس در پایهٔ وعظ وی حاضر وشیخ علی بن هیتمی در زیر پائے کرسی شیخ نشست گاه شیخ علی هیتمی را خوابی برد پس شیخ عبد القادر قوم را فرمود اسکتوا پس همه ساکت شدند تا آنکه جزا نفاس

ازایشان شنیدہ نمیشد پس فرود آمد شیخ از کرسی وبایستاد بادب پیش شیخ علی مذکورومی نگریست دروی پس بیدار شد شیخ علی و گفت شیخ عبد القادر بادی کہ دیدی تو آن حضرت را در خواب گفت نعم فرمود ازین جہت ادب در زیدم باتوایستادیم در پیش تو فرمود بچہ وصیت کردد ترا آن حضرت ﷺ گفت بملازمت من مجلس ترا پس شیخ علی گفت انچہ من در خواب دیدم شیخ عبد القادر در بیداری دید و روایت کردہ اند کہ ھفت کس از مردان راہ در آن روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔

ترجمہ: صاحب بہجۃ الاسرار اپنی ایسی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جس میں صرف دو واسطے ہیں کہ ایک دن غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کرسی پر بیٹھے ہوئے وعظ فرمارہے تھے تقریباً دس ہزار افراد مجلس وعظ میں حاضر تھے۔ شیخ علی ہیتی حضرت شیخ کی کرسی کے پائے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ علی بن ہیتی کو نیند آگئی حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو خاموشی کا حکم دیا سب لوگ خاموش ہو گئے حالت یہ تھی کہ سانس لینے کی آوازوں کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیتا تھا حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کرسی سے نیچے اترے اور شیخ علی ہیتی کے سامنے باادب کھڑے ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔ شیخ علی بیدار ہوئے تو حضرت شیخ نے کہا تمہیں خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! فرمایا: اسی لئے میں تمہارے سامنے باادب کھڑا تھا تمہیں نبی کریم ﷺ نے کیا نصیحت فرمائی؟ کہنے لگے کہ آپ کی مجلس میں باقاعدہ حاضری دیا کروں شیخ علی نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے بیداری میں دیکھا روایت کرتے ہیں کہ اس دن مردانِ خدا میں سے سات افراد اس دنیا سے چلے گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۶۸۴ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ پاکستان)

**۱۰۔ شیخ محقق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:** شیخ ابو العباس قسطلانی بر آن ودر مواہب لدنیہ گفتہ کہ ابن منصور در رسالۂ خود نوشتہ کہ در آمد حضرت پس دعا کرد آن حضرت اورا فرمود (اخذ اللہ بیدک یا احمد)

ترجمہ: مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن منصور نے اپنے رسالے میں لکھا کہ شیخ ابو العباس قسطلانی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ان کے لئے دعائی اور فرمایا اے احمد اللہ تعالیٰ تمہارا ہاتھ پکڑ لے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۶۸۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

**شیخ ابو مسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:**

۱۱۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مزید

واز شیخ ابو المسعود آوردہ کہ مصافحہ میکرد آن حضرت را بعد از ہر نماز۔

ترجمہ: شیخ ابو المسعود رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا کہ وہ ہر نماز کے بعد نبی کریم ﷺ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۳ ص ۶۸۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)

**ثبوت ثانی ارشاد ربانی:**

فقہاء، مفسرین، محدثین اور جلیل القدر بزرگانِ دین (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) کے ان تمام دلائل اور ان تمام روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صوفیاء کرام کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور حضور پاک ﷺ انہیں باقاعدہ تعلیم و تربیت دیتے ہیں جیسا کہ سورۃ الجمعہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۙ(الجمعۃ ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک (باعظمت) رسول (ﷺ) کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بے شک وہ لوگ ان (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (۳)

ترجمہ: اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اس رسول ﷺ کو تزکیہ و تعلیم کے لئے بھیجا ہے) جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود نہیں ہیں یعنی ان کے بعد کے زمانے میں آئیں گے) اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔

۱_امام فخرالدین محمد بن حسن بن حسین ابن علی التمیمی الرازی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۶۰۶ھ) ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویعلمهم ای ویعلم آخرین منهم۔

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ صحابہ کرام کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور بعد میں آنے والوں کو بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ (التفسیر الکبیر جلد ۱۵ ص ۵ جز ۳۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

۲_امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۳۵۲ھ) ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویزکیهم ویعلمهم ای یعلمهم ویعلم آخرین من المؤمنین۔

ترجمہ: آپ ﷺ انہیں پاک بھی فرماتے ہیں اور تعلیم بھی دیتے ہیں اور بعد والے مؤمنین کا بھی تزکیہ اور تعلیم فرماتے ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن جلد ۲۰ ص ۴۵۳ الرسالۃ العالمیۃ)۔

۳_دیوبند مکتبہ فکر کے ایک بہت بڑے محدث اور شارح بخاری شیخ انور شاہ کشمیری (متوفی ۱۳۵۲ھ) فیض الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:

ویمکن عندی رؤیته ﷺ یقظة لمن رزقه الله سبحانه کما نقل عن السیوطی رحمة الله علیه کان زاهدا متشددا فی الکلام علی بعض معاصریه ممن له شأن. انه رآه ﷺ اثنین وعشرین مرة وسأله عن احادیث ثم صححها بعد تصحیحه ﷺ وکتب الیه الشاذلی یستشفع به ببعض حاجته الی سلطان الوقت وکان یوقره فابی السیوطی رحمة الله علیه ان یشفع له وقال انی لا افعل وذلك لان فیه ضرر نفسی وضرر الامة لانی زرته ﷺ غیر مرة ولا اعرف فی نفسی امرا غیر انی لا اذهب الی باب الملوك فلو فعلت امکن ان احرم من زیارته المبارکة. فانا ارضی بضررك الیسیر من ضرر الامة الکثیر۔ والشعرانی رحمة الله علیه ایضا کتب انه راه ﷺ وقرأ علیه البخاری فی ثمانیة دفعة معه ثم سماهم وکان واحد منهم حنفیا وکتب الدعاء الذی تراه عند ختمه فالرؤیة یقظة متحققة وانکارها جهل۔

ترجمہ: میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا بیداری میں دیدار کرنا ہر اس شخص کے لئے ممکن ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی جس طرح حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ زاہد تھے اور اپنے بعض معاصرین پر کلام میں متشدد تھے اس کے لئے یہ شان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بائیس ۲۲ مرتبہ (صحیح پچھتر ہے) زیارت کی اور آپ ﷺ سے بعض احادیث کی صحت کے متعلق سوال کیا اور جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صحیح ہیں تو حافظ سیوطی نے ان کو صحیح قرار دیا اور شاذلی نے سیوطی رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ وہ حاکم وقت کے پاس اس کی شفاعت کریں تو حافظ سیوطی نے انکار کر دیا اور کہا اگر میں حاکم کے دربار میں گیا تو میں رسول اللہ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں گا اور اس سے امت کا بہت نقصان ہو گا۔ اور علامہ شعرانی نے بھی بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ ﷺ سے صحیح بخاری پڑھی ان آٹھ میں سے ایک حنفی تھا لہٰذا بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا جہل ہے۔

(فیض الباری شرح صحیح بخاری جلد ۱ ص ۲۰۴ المکتبۃ العزیزیۃ اردو بازار لاہور)

۴۔ امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ محمد ابو المواہب الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں: محمد ابو المواہب الشاذلی: احد اکابر العارفین ائمۃ العلماء العاملین ومن کراماتہ انہ کان کثیر الرؤیا للنبی ﷺ فی المنام حتی کانہ لایفارقہ وحتی کانہ یراہ فی الیقظۃ وقد جمع مرائیہ للنبی ﷺ فی کتاب طالعت من اولہ الی آخرہ فرأیتہ حقیقۃ من اعظم الکرامات لہذا العارف حتی انہ یری النبی ﷺ فیخبرہ اکرمہ فی امر ثم یراہ فی منام آخر فیکمل لہ الحدیث الذی ابتداہ فی المنام قبلہ بل ذکر بعضھم انہ کان یجتمع بہ ﷺ یقظۃ وانہ تلقی منہ علیہ السلام حزب الفردانیۃ یقظۃ۔

ترجمہ: محمد ابو المواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عارفین اور باعمل عالموں میں سے ایک تھے اور آپ کی کرامات میں سے یہ کہ وہ خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت بکثرت کیا کرتے تھے گویا آپ ﷺ سے جدا بھی نہ ہوتے تھے حتی کہ بیداری میں بھی آپ ﷺ کی

زیارت سے مستفیض ہوتے تھے امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بہت سے خواب اور ان کے بڑے فوائد طبقاتِ کبری میں لکھے ہیں۔ اور میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھا ہے میں نے عارف کی سب سے بڑی کرامت یہ پائی کہ بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ افضل الانبیاء والمرسلین ﷺ کی زیارت کرتے اور کسی معاملے میں عرض و معروض کرتے تھے پھر دوبارہ خواب میں زیارت کرتے تو سید المخلوقات سیدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ اسی حدیث کو جو پہلے خواب میں فرمائی تھی مکمل فرمادیتے۔ بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ آپ نے خود حضرت صادق الامین ﷺ سے الحزب الفردانیہ بیداری میں پڑھی ہے۔

(جامع کرامات الاولیاء جلد ا ص ۲۳۱ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

**۵۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار میں شیخ سلمان ابن عثان المندوی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:**

ودر معاملۂ قرآن را پیش آن سرور ﷺ تجوید نمود۔ ترجمہ: قرآن مجید آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عالم واقعہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے حضور میں پڑھا تھا۔

(اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ص ۲۲۱ مطبع دہلی)

**۶۔ سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۱۰۲ھ) نور الہدیٰ کلاں میں لکھتے ہیں:**

شریعت آراهی ست که حضرت محمد رسول الله ﷺ رفته باشد قدم بر قدم محمدی ﷺ شب وروز پیاپی خود را مدخل مجلس حضرت محمد رسول الله ﷺ رساند وهر علم نص وحدیث در مجلس حضور حیات النبی ﷺ خواند۔

ترجمہ: شریعت وہ راہ ہے کہ جس پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ گامزن رہے اس لئے جو شخص حضور ﷺ کے نقش قدم پر چل کر رات دن ان کی پیروی کرتا رہتا ہے وہ آخر کار مجلس محمد ﷺ میں جا پہنچتا ہے اور وہاں سے نص وحدیث کا تمام علم پڑھ لیتا ہے۔

(نور الہدیٰ کلاں ص ۲۳۶ العارفین پبلی کیشنز لاہور پاکستان)

۷۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام الفقہاء والمحدثین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیثمی المکی (المتوفی: ۹۷۴ھ) فتاوی حدیثیہ میں سید علی وفا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وحکی ابن فارس عن سیدی علی وفا قال: کنت وانا ابن خمس سنین اقرا القرآن علی رجل فاتیته مرة فرایت النبی ﷺ یقظة لا مناما وعلیه قمیص ابیض قطن ثم رایت القمیص علیّ فقال لی: اقرأ فقرأت علیه سورة والضحی والم نشرح ثم غاب عنی فلما ان بلغت احدی وعشرین سنة احرمت بصلاة الصبح بالقرافة فرأیت النبی ﷺ قبالة وجهی فعانقنی فقال: واما بنعمة ربك فحدث. فأوتیت لسانه من ذلك الوقت انتهی۔

ترجمہ: سید علی وفا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پانچ برس کا تھا اور ایک شخص کے پاس قرآن مجید پڑھتا تھا اور ایک دن میں نے دیکھا کہ اس شخص کے پاس حضرت سرکار مدینہ ﷺ سفید کرتہ پہنے جلوہ افروز ہیں اور میں نے یہ سر کی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا پڑھ پس میں نے آپ ﷺ کو سورہ والضحیٰ اور سورہ الم نشرح پڑھ کر سنا دیں پھر آپ ﷺ غائب ہو گئے جب میں ۲۱ برس کا ہوا تو شہر ترافہ میں نماز فجر کے لئے تکبیر کہہ چکا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے سامنے تشریف لا کر مجھ سے مصافحہ فرمایا اور فرمایا: واما بنعمۃ ربک فحدث۔ پس اسی وقت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے حضوری عطا فرمائی۔
(فتاوی حدیثیہ ص ۲۹۳ قدیمی کتب خانہ کراچی پاکستان۔ الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۱۲۶۱ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ)

ذرا سوچیں! انسانی تصور و تخیل ان لوگوں کی کیفیات کو اپنی گرفت میں کیسے لا سکتا ہے؟ جو عالم علمی مسائل میں بھی حضور پر نور ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوں ان کی زندگیوں میں علم و عمل اعتقاد اور تقویٰ میں پختگی کا عالم کیا ہو گا؟

## صوفیاء اور علمائے ظاہر کے نزدیک روایت حدیث کے ذرائع:

ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ علمائے ظاہر کے پاس حدیث مبارکہ کی معلومات کا ذریعہ زبانی قیل وقال کی روایات ہیں جن کے راویوں پر بحث و تنقید کی گنجائش ہے اس لئے انہوں نے ان کی روایات کی صحت کے لئے نہایت ہی قابل تحسین احتیاطی طریقہ وضع کیا ہے جبکہ علماء باطن (صوفیاء) کا ذریعہ علم باطن میں مجلس محمدی ﷺ کی دائمی حضوری اور کشف ہے۔ دائمی حضوری کے متعلق امام جلال الدین سیوطی الحاوی للفتاویٰ میں لکھتے ہیں:

کان للشیخ ابی العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ وصلۃ بالنبی ﷺ اذا سلم علی النبی ﷺ رد علیہ السلام ویجاوبہ اذا تحدث معہ۔

ترجمہ: شیخ ابو العباس المرسی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ پر سلام پیش کرتے تو آپ ﷺ اس کا جواب دیتے اور جب کوئی بات آپ ﷺ سے عرض کرتے تو اس کا جواب بھی ارشاد فرماتے۔

(الحاوی للفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

## حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انہ حضر مجلس فقیہ فروی ذلک الفقیہ حدیثا فقال لہ الولی: ھذا الحدیث باطل فقال الفقیہ: ومن این لک ھذا فقال ھذا النبی ﷺ واقف علی راسک یقول انی لم اقل ھذا الحدیث و کشف للفقیہ فرأہ۔

ترجمہ: ایک بزرگ ایک فقیہ کی مجلس میں درس میں حاضر ہوئے فقیہ نے ایک حدیث پڑھی اس بزرگ نے فرمایا کہ یہ حدیث باطل ہے فقیہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ اس بزرگ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ یہ تیرے سر کے پاس تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نہیں فرمائی بعد میں اس بزرگ نے اس فقیہ کو بھی زیارت کروا دی۔ (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ، ۲۴۷ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)۔

تو یہ بات ذہن نشین کر لے کہ محققین کے نزدیک بنیادی طور پر علم کے حصول کے ذرائع چار ہیں ۔۱۔ حواس خمسہ۔ ۲۔ عقل۔ ۳۔ کشف والہام۔ ۴۔ وحی۔

حواس کی رسائی فقط محسوسات تک محدود ہے۔ مدرکاتِ حسی سے ماوراء حقائق کے لیے حواس خمسہ علم کا ذریعہ بن سکتے ہیں اسی طرح عقل کا دائرہ بھی محدود ہے اس کی رسائی معقولات تک محدود ہے۔ عقل کا ادراک بھی حواس خمسہ کے ذریعے علم حاصل کیے بغیر تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا اس کے بعد علم کے حصول کا تیسرا ذریعہ کشف والہام ہے۔ عالم طبیعیات میں جو تمام تر حقائق و موجودات ہیں خواہ ان کا شمار محسوسات میں ہو یا معقولات میں ہو زمانی ہو یا مکانی، صوفیانہ کشف والہام کے ذریعے صوفیاء کو عالم الطبیعیات کا ادراک و معرفت ہوتی ہے تو یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حواس اور عقل دونوں مل کر بھی حتمی اور قطعی علم مہیا نہیں کر سکتے لیکن ان کے حرمانِ قطعیت اور نقص ادراک و معرفت کے باوجود انہیں ذریعہ علم کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے تو پھر کشف والہام کو ذریعہ علم کی حیثیت سے ماننے میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟

علم کے حصول کا چوتھا ذریعہ وحی ہے جو کشف والہام سے بھی اعلیٰ اور سب سے مضبوط، قطعی اور یقینی ہوتا ہے۔

## کشف والہام حصول علم کے ذرائع:

جب صوفی تزکیہ اور تصفیہ میں کمال حاصل کر لیتا ہے اور وہ مدارج ولایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کا کشف مشمولات وحی کے مطابق و موافق ہو جاتا ہے اور یہی مطابقت و موافقت اس کے کشف کے صحیح ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔

ا۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال الشیخ محی الدین بن العربی: انه بلغنی عن النبی ﷺ ان من قال لا اله الا الله سبعین الفا غفر له ومن قیل له غفر له ایضا فکنت ذکرت التهلیلة بالعدد المروی من غیر ان انوی لاحد بالخصوص بل علی الوجه الاجمالی فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیهم شاب مشهور بالکشف فاذا هو فی اثناء الاکل اظهر البکاء فسالته عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوهبت فی باطنی ثواب

...بھلیلۃ المذکورۃ لھا فضحک وقال انی اراھا الآن فی حسن المآب قال الشیخ
...رفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث۔

...جمہ: شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا مجھے نبی کریم ﷺ سے یہ روایت پہنچی کہ جس شخص
...نے ستر ہزار مرتبہ لاالہ الااللہ پڑھا اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کو اس کا ثواب
...ش دیا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی تو میں نے ستر ہزار مرتبہ لاالہ الااللہ پڑھ لیا
...میں نے بالخصوص کسی شخص کے لئے اس کو بخشنے کی نیت نہیں کی پھر اتفاق سے میں
...ں احباب کی ایک دعوت میں شریک ہوا ان میں ایک نوجوان تھا جس کے متعلق یہ
...ہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے۔ اچانک وہ کھانے کے درمیان رونے لگا میں نے اس
...رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے میں نے
...ہی دل میں ستر ہزار بار پڑھے ہوئے لاالہ الااللہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ
...وان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں۔ شیخ ابن عربی نے
...! میں اس حدیث کی صحت کو اس نوجوان کے کشف سے جان لیا اور اس نوجوان کے
...کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان گیا۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۳ ص ۲۰۰ مکتبہ
...یہ کوئٹہ پاکستان)

...وجہ سے ان صوفیاء کرام کی نقل کردہ روایات کا انکار نہیں کرنا چاہتے جن کی ولایت امت
...ﷺ کے نزدیک مسلمہ ہے کیونکہ ان نفوس قدسیہ کو اللہ جل شانہ اور اس کے محبوب
...ﷺ کی بارگاہ کی حضوری نصیب ہوتی ہے اور وہ ہر چیز ان کے حکم واجازت سے لکھتے ہیں۔

...یسا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کلید التوحید خورد میں لکھتے ہیں:

...ی را کہ عقل باشد ودانش وشعور تمام است کہ این کتاب بہ حکم اللہ
...واز نظر رحمت اللہ تعالیٰ قدم ومنظور شدہ بہ اجازت حضرت محمد ﷺ رقم
...ور شدہ کہ ہر حرف این کتاب حضوری شایدہ حق بخشد وہر سطر ازین
...ب از اسرار مشاہداتِ تجلیات نور حق ذات با برکت از برکت اسم اللہ ذات
...ت کلام اللہ شریف وشریعت نبی محمد ﷺ می کشاید۔

ترجمہ: جس کسی کو عقل ہے اور وہ کامل دانائی اور شعور کا مالک ہے تو اس کے لیے
بات کامل حجت ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم اور نگاہِ رحمت کے تحت لکھی گئی ہے
یہ حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ سے منظور شدہ ہے اور انہی کی اجازت سے تحریر کیا جاتا ہے
اس کتاب کا ہر حرف شاہدہ حق کی حضوری بخشا ہے اور اس کی ہر سطر ان بھیدوں میں
ایک بھید ہے جو نورِ ذاتِ حق کی بابرکت تجلیات کے شاہدے میں پائے جاتے ہیں۔ اسم
ذات وآیات قرآن اور شریعت محمدی ﷺ کی برکات سے اس کی ہر سطر یہ بھید کھلتے ہیں۔
کسی حدیث یا مقام معرفت، کسی مسئلہ شرعیہ کے بارے میں عدم علم اس کے عدم وجو
دلیل نہیں:
اس بات کی مزید تائید ہمیں اپنے اسلاف کے طرزِ عمل سے ملتی ہے مثال کے طور پر
آپ تخریج کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو جگہ جگہ لم اقف علیہ میں اس پر واقف نہیں
ہوں۔ لم اقف علیہ بھذا اللفظ میں اس لفظ پر مطلع نہیں ہوں۔ لم اقف بھذا الحدیث میں اس
حدیث پر مطلع نہیں ہون۔ لم اقف علی اسنادہ میں اس کی اسناد پر مطلع نہیں ہوں لم اری میں
نے نہیں دیکھی لا اعرف من الاسناد میں اس کی اسناد کو پہچانتا نہیں ہوں لا اعرف بھذا الحدیث
میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔ وغیرہ اس قسم کے مختلف الفاظ آپ کو بکثرت ملیں گے
اسلاف کا یہ طرزِ تحریر ہم پر واضح کر رہا ہے کہ انہوں نے مطالعہ کی کمی کی نسبت اپنی ذات
طرف کی ہے نہ کہ بزرگوں کے علم کی نفی۔ جب وہ حدیث کی سند کسی کتاب میں نہیں پاتے
یہ نہیں کہتے کہ یہ حدیث ہی نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اس کی سند نہیں ملی اس کی مزید
وضاحت کے لئے میں اپنی گفتگو کے بجائے زیادہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جگہ اعلیٰ حضرت
عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فتوی کا طویل اقتباس
پیش کروں۔ اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ میں ایک سوال کے جواب کے ضمن میں اس بات کی
بھی وضاحت فرماتے ہیں جو اپنی کم علمی کی وجہ سے سلف صالحین کی نقل کردہ احادیث کا انکار
کرتے ہیں آپ انکا محاسبہ فرماتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۲۹۳ تا ۳۰۵)

جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل و بے ثبوت ہونے کا حکم لگا دیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بنا پر اسے ممنوع و ناجائز ٹھہرا دیتے ہیں پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء و مشائخ کی تو کیا گنتی حضرت عالیہ آئمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایہَ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یونہی معاذ اللہ باطل و غیر ثابت بناتے ہیں یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنی عقل والا بھی قبول نہیں کر سکتا۔ ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ کے آمدی و کے پیر شدی کب آئے اور کب بوڑھے ہوئے۔ بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ لم ار ولم اجد پر اقتصار کرتے ہیں یعنی میں نے نہیں دیکھی اور مجھے نہیں ملی نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کو عدم وجود کی دلیل ٹھہرا دیں۔

صاجبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینے میں لئے گئے کہ اصلا تدوین میں بھی نہ آئیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ امام مسلم کو تین لاکھ پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ حدیثیں محفوظ تھیں، مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیرہم آئمہ سے منقول ہے کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری، امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھائیے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنہیں امام نسائی نے مجتبیٰ میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں وھو کما تری یہ وہ چیز ہے جسے تم جانتے ہو۔

**صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:**

ما من اصحاب النبی ﷺ احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب۔

ترجمہ: اصحابِ نبی ﷺ میں سے کسی نے حضور اقدس ﷺ سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت کیں سوائے عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما کے کیونکہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

(صحیح بخاری باب کتابۃ العلم ص ۲۲)

دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ واضح طور پر فرماتے ہیں کہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن
عاص رضی اللہ عنہما نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں۔ حالانکہ تصانیف محدثین میں
ان کی حدیثیں ان کی احادیث سے بدرجہا کم ہیں۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے صرف
سات سو حدیثیں پائی گئی ہیں اور سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پانچ ہزار تین سو
(۵۳۰۰) احادیث روایت کی گئی ہیں۔ اب کہیے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی
وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔ امام اجل ابو
یوسف رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں محدثین اہل جرح و تعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات
حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے تصریحاً صاحب حدیث منصف فی الحدیث واتبع القوم للحدیث
لکھتے ہیں، بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی زیادہ محدث کثیر الحدیث
جانتے ہیں۔ امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا اور کتب تذکرۃ
الحفاظ میں بعنوان الامام العلامہ فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں: بارہا ہوتا کہ
امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانب حدیث
جھکتا بعد تحقیق معلوم ہوتا کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب
میں بھی نہ تھی۔ اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمائیے کتنی باقی ہیں۔ صدہا
کتابیں کہ آئمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہو گئیں اور یہ آج سے نہیں ابتداء
ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اسی (۸۰) علماء نے موطا لکھیں پھر سوائے
موطائے مالک موطائے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتہ باقی ہے۔
امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالت قدر آفتاب نیم روز سے اظہر
جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا: لعل قصور نظرنا اخفاہما
عنا۔ امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور کی وجہ سے ہم وہ روایات نہ دیکھ پائے۔
عجیب بات یہ ہے دیکھو علماء تو عاجزی یوں فرماتے ہیں۔ اور جاہلوں کے دعوے طویل
وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث اختلاف امتی رحمۃ (میری امت کا اختلاف رحمت ہے) امام جلال الدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتا سکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی ان بعض علماء کے نام لکھ کر جنہوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا اور لکھ دیا کہ لعلہ خرج فی بعض کتب الحفاظ التی لم تصل الینا۔ شاید وہ حافظانِ حدیث کی بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔

یہ وہ امام ہیں کہ فن حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا جنہوں نے کتاب جمع الجوامع تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا: قصدت فیہ جمیع الاحادیث النبویۃ باسرھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کروں۔

اس پر بھی علماء نے فرمایا:

ھذا یحسب ما اطلع علیہ المصنف لا باعتبار ما فی نفس الامر قالہ المناوی۔ یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کا جمع کرنا۔ وہ اپنے نہ پانے پر یو فرماتے کہ شاید یہ حدیث ان کتب آئمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں اور پھر دیکھئے ہوا بھی ایسا ہی۔ عبارت مذکورہ کے بعد علامہ مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھ دیا کہ الامر کذلک یعنی واقعی ایسا ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی۔ امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: زعم کثیر من الائمۃ انہ لا اصل لہ۔ بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لئے کوئی سند نہیں۔ پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔ حدیث الوضوء علی الوضوء نور علی نور۔ وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے۔ (مذکورہ حدیث) کی نسبت امام عبد العظیم منذری نے کتاب الترغیب اور امام عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں تصریح کر دی کہ لم نقف علیہ ہمیں اس پر اطلاع نہیں حالانکہ وہ مسند امام رزین میں موجود۔ تیسیر میں ہے: حدیث الوضوء علی الوضو نور علی نور اخرجہ رزین

وضو پر وضو کرنا نور علی نور ہے یہ وہ حدیث ہے جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح امام عراقی اس پر مطلع نہیں ہیں۔ ولم یطلع علیہ العراقی کالمنذری فقالا لم نقف علیہ۔ تو انہوں نے کہا ہم اس پر واقف نہیں ہیں۔

یہاں اگر اس کی نظریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر و حدیث میں مشہور و متداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام طویل ہو جائے گا۔ بعض مثالیں اسکی فقیر نے اپنے رسالہ نور عینی فی الانتصار للامام العینی میں لکھیں، یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمالِ علم 4 واحاطۂ نظر کا دعوئ ہے، کیا ان آئمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟ کیا ممکن نہیں کہ حدیث اُنہی کتابوں میں ہو اور تمہاری نظر سے غائب رہے؟ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمہارے پاس ہیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں۔ مانا کہ ان میں نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں؟ ممکن ہے کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہو گئیں۔ مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہو گئی تھیں؟ ممکن ہے کہ ان احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے۔ پھر ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا۔ اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے۔ خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈ کر بیٹھ رہے اور کہہ دے ہم تلاش کر چکے تمام جہاں میں کہیں نشان نہیں۔ کیا اس بات پر عقلاء اسے مجنون نہ جانیں گے؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

الطف واہم، ان سب سے گزریئے بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہان کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری مین بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں آنکھیں بند کر کے ہر حدیث کا پتہ دے سکتے ہیں؟ پھر حافظ جی صاحب یہ تو طوطے کی طرح اللہ پاک ذات کی یاد کی ہوئی، فہم حدیث کا منصب ارفع واعظ کدھر گیا لاکھ بار ہو گا ایک مطلب کی حدیث

انہیں احادیث میں ہوگی جو آپ کو بر زبان یاد ہیں اور آپ خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی، اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔ حفظِ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پر نور سید عالم ﷺ کے اس ارشاد کے کیا معنی تھے:

رُبَّ حامل فقه الی من هو افقه منه ورُبَّ حامل فقه لیس بفقیه۔ رواه الائمة الشافعی والاحمد والدارمی وابو داؤد والترمذی وصححه والضیاء فی المختارة والبیهقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم رضی الله عنهما ونحوه لاحمد والترمذی وابن حبان عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی ﷺ بسند صحیح والدارمی عن ابی الدرداء رضی الله عنه عن النبی ﷺ۔

ترجمہ: بہتیرے حاملانِ فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں، اور بہتیرے وہ کہ فقہ کے حامل و حافظ و راوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کی روایت ائمہ شافعی، احمد دارمی، ابو داؤد و ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید بن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اسی طرح احمد و ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح رسول کریم ﷺ سے روایت کی اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابو درداء سے انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کی۔

ذرا خدا کے لئے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھئے اور امام اجل سلیمان اعمش کا علم عزیز و فضل کبیر خیال کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے شاگردِ جلیل الشان اور اجلہ آئمہ تابعین اور تمام ائمہ حدیث کے اساتذہ الاساتذہ سے ہیں۔ امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں: کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامۃ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ (کہ اس زمانے میں انہیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے۔) حاضر مجلس تھے امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے امام نے فوراً جواب دیئے۔ امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے

پیدا کئے فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں اور وہ حدیثیں ئ
روایت فرمائیں۔ امام اعمش نے کہا:
حسبك ما حدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ما علمت انك تعمل
بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت ایها الرجل
اخذت بکلا الطرفین۔
ترجمہ: بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے
دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔ اے فقہ والو! تم
طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ تم نے فقہ و حدیث دونوں کنارے
لئے۔ والحمد للہ۔
یہ تو یہ خود ان سے بھی بدرجہا اجل و اعظم ان کے استاد اکرم و اقدم امام عامر شعبی جنہوں نے
پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا، حضرت امیر المؤمنین مولی علی و سعد بن ابی وقاص
و سعید بن زید و ابو ہریرہ و انس بن مالک و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن
زبیر و عمران بن حصین و جریر بن عبد اللہ و مغیرہ بن شعبہ و عدی بن حاتم و امام حسن و امام
حسین وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ ﷺ کے شاگرد اور
ہمارے امام اعظم کے استاد ہیں جن کا پایۂ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال
گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس
سے زائد نہ ہو، ایسے امام والا مقام باآں جلالت شان فرماتے:
انا لسنا بالفقهاء ولکنا سمعنا الحدیث فرویناه الفقهاء من اذا علم عمل۔
(نقلہ الذہبی فی تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۶ باب الطبقة الثالثة من الکتاب دار الکتب
العلمیة بیروت-لبنان)
ترجمہ: ہم لوگ فقیہ و مجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن
کر فقیہوں کے آگے روایت کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کاروائی کریں گے (اسے ذہبی
نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا)۔

مگر آج کل کے نا مشخص حضرات کو اپنی یاد و فہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام امت کے مقابل انا خیر منہ (میں اس سے بہتر ہوں) کی بینٹی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۹۴ تا ۳۵۵ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور پاکستان)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی اس طویل عبارت سے یہ واضح ہوا کہ مسلمہ بزرگوں کی نقل کردہ روایات، ان کے اقوال، احوال، مقامات کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان کا طریق کتاب وسنت کی حقیقی برکات سے مستحکم اور اخلاق انبیاء علیہم السلام واصفیاء کے سلوک پر مبنی ہوتا ہے اور یہ امت محمدیہ ﷺ میں باعتبار تقویٰ ورجوع الی اللہ سب سے افضل ترین گروہ ہے۔

## صوفیاء کا مقام:

**۱۔حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے جب جماعت صوفیاء کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:**

ھم قوم اثروا اللہ عز وجل علی کل شیء فاثرھم اللہ عز وجل علی کل شیء۔

ترجمہ: یہ وہ قوم ہے جو اللہ عزوجل کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر چیز پر ترجیح دے دی۔ (رسالہ قشیریہ باب التصوف ص ۳۱۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

**۲۔امام ابی القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری (المتوفی: ۴۶۵ھ) جماعتِ صوفیاء کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

فقد جعل اللہ ھذہ الطائفۃ صفوۃ اولیائہ وفضلھم علی الکافۃ من عبادہ بعد رسلہ وانبیائہ صلوات اللہ وسلامہ علیھم وجعل قلوبھم معادن اسرارہ واختصھم من بین الامۃ بطوالع انوارہ فھم الغیاث للخلق والدائرون فی عموم احوالھم مع الحق بالحق صفاھم من کدورات البشریۃ ورقاھم الی محال المشاھدات بما تجلی لھم من حقائق الاحدیۃ ووفقھم للقیام بآداب العبودیۃ

واشهدهم مجاری احکام الربوبیة فقاموا باداء ما علیهم من واجبات تکلیفہ
وتحققوا بما منه سبحانه لهم من التقلیب والتصریف۔ ثم رجعوا الی اللہ سبحانہ
وتعالی بصدق الافتقار ونعت الانکسار ولم یتکلوا علی ما حصل منهم من
الاعمال اوصفالهم من الاحوال۔

ترجمہ: پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے جماعت صوفیاء کو اپنے اولیاء میں سے منتخب فرمایا ہے اور
اپنے رسولوں اور انبیاء (ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو) کے بعد اپنے تمام بندوں
پر ان کو فضیلت دی اور ان کے دلوں کو اپنے اسرار کا مخزن بنایا اور امت کے درمیان ان کو
اپنے انوار کے طلوع ہونے کے ساتھ خاص کیا۔ وہ مخلوق کے مددگار ہیں اور اپنے تمام
حالات میں حق کے ساتھ حق کے ہمراہ پھرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بشری کدورتوں سے
پاک کیا ہے اور وحدانیت کے جو حقائق ان کے لئے روشن کئے ان کے مشاہدات کے
مقامات کی طرف ان کو ترقی دی اور ان کو آداب عبودیت (بندگی) قائم رکھنے کی توفیق دی
اور احکام ربوبیت جاری ہونے کے مقامات میں حاضر کیا۔
پس ان کو جن واجبات کا مکلف بنایا وہ ان کو ادا کرنے کے لئے کمر بستہ ہوئے اور اللہ رب
العزت کی طرف سے جو تبدیلی اور پھرنے کا حکم ملا اس کو ثابت کیا۔
پھر وہ سچی محتاجی اور انکساری کی صفت کے ساتھ اپنے رب کی طرف لوٹے اور انہوں نے
اپنے اعمال یا احوال کی صفائی پر بھروسہ نہ کیا۔

(رسالہ قشیریہ ص ۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

۳۔ صوفیاء کی اسی اخلاقی پاکیزگی نے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت متاثر کیا
آپ جماعت صوفیاء کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
انی علمت یقینا ان الصوفیة هم السابقون لطریق اللہ تعالی خاصة وان سیرتهم
احسن السیر وطریقهم اصوب الطریق اخلاقهم از کی الاخلاق بل لو جمع عقل
العقلاء وحکمة الحکماء وعلم الواقفین علی اسرار الشرع من العلماء لیغیروا
شیئا من سیرهم واخلاقهم ویبدلوه بما هو خیر منه لم یجدوا الیه سبیلا فان

جمیع حرکاتهم وسکناتهم فی ظاهرهم وباطنهم مقتبسة من نور مشکاة النبوة ولیس وراء نور النبوة علی وجه الارض نور یستضاء به.

ترجمہ: بے شک مجھے قطعیت کے ساتھ معلوم ہوا کہ صوفیاء ہی وہ جماعت ہے جو خصوصیت سے اللہ کی راہ پر گامزن ہے اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے اور ان کا طریق سب طریقوں سے زیادہ صاف ہے ان کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ ترین بلکہ اگر تمام عقلاء کی عقل اور حکماء کی حکمت اور علماء میں واقفانِ شریعت کے اسرار و علم کو جمع کیا جائے تاکہ لوگ صوفیاء کی سیرت اور اخلاق میں سے ذرا بھی بدل سکیں اور ان سے بہتر سیرت کی تشکیل ہو سکے تو وہ یہ ہر گز نہیں کر سکیں گے کیونکہ ان کی تمام حرکات و سکنات چاہے ظاہری ہوں چاہے باطنی نورِ مشکاۃ نبوت سے ہی منور ہیں۔ اور نورِ نبوت سے بڑھ کر کوئی نور روئے زمین پر اس لائق نہیں کہ اس سے روشنی حاصل کی جائے۔

(مجموعہ رسائل امام غزالی المنقذ من الضلال ص ۶۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

آپ اندازہ لگائیں کہ جن کی زندگی کی تمام حرکات و سکنات بارگاہِ نبوت سے تشکیل پاتی ہوں۔ بھلا وہ کیسے غلط بیانی کر سکتے ہیں؟ اور وہ کیسے تاجدار کائنات ﷺ کی طرف غلط چیز منسوب کر سکتے ہیں؟ یا جو قول آقا ﷺ کی بارگاہِ مبارک سے تصدیق نہ کیا ہو وہ بیان کر سکتے ہیں۔

**۴۔ امام ابی المواہب عبد الوہاب بن احمد بن علی الانصاری الشافعی المصری المعروف بالشعرانی (المتوفی: ۹۷۳ھ) طبقات الکبری میں صوفیاء کے مقام و مراتب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:**

قال القشیری لم یکن عصر فی مدة الاسلام وفیه شیخ من هذه الطائفة الا وائمة ذلك الوقت من العلماء قد استملوا لذلك الشیخ وتواضعوا له وتبركوا به ولولا مزیة وخصوصیة للقوم لكان الامر بالعكس.

قلت: ویكفینا للقوم مدحا اذعان الامام الشافعی رضی الله عنه لشیبان الراعی حین طلب الامام احمد بن حنبل ان یساله عمن ینسی صلاة لا یدری ای صلاة هی واذعان الامام احمد بن حنبل لشیبان كذلك حین قال شیبان: هذا رجل غفل عن الله عز وجل فجزاؤه یؤدب.

و كذلك يكفينا اذعان الامام احمد بن حنبل رضى الله عنه لابى حمزة البغدادى
الصوفى رضى الله عنه واعتقاده حين كان يرسل له دقائق المسائل ويقول ما
تقول فى هذا يا صوفى؛ فشىء يقف فى فهم الامام احمد بن حنبل ويعرفه ابو حمزة
غاية المنقبة للقوم  كذلك يكفينا اذعان ابى العباس بن شريح للجنيد حين
حضره وقال لا ادرى ما يقول ولكن لكلامه صولة ليست بصولة مبطل وكذلك
اذعان الامام ابى عمران للشبلى حين امتحنه فى مسائل من الحيض وافاده سبع
مقالات لم تكن عند ابى عمران وحكى الشيخ قطيب الدين بن ايمن رضى الله
عنه ان الامام احمد بن حنبل رضى الله عنه كان يحث ولده على الاجتماع بصوفية
زمانه ويقول انهم بلغوا فى الاخلاص مقام لم تبلغه... قلت وسمعت شيخى
ومولائى ابا يحيى زكريا الانصارى شيخ الاسلام يقول: اذ لم يكن للفقيه علم
باحوال القوم واصطلاحاتهم فهو فقيه جاف... قلت وقد رايت رسالة ارسلها
الشيخ محى الدين بن العربى رضى الله عنه للشيخ فخر الدين الرازى صاحب
التفسير يبين له فيها نقص درجته فى العلم هذا والشيخ فخر الدين الرازى
مذكور فى العلماء الذين انتهت اليهم الرياسة فى الاطلاع على العلوم جملتها.

اعلم يا اخى وقفنا الله واياك انا الرجل لا يكمل عندنا فى مقام العلم حتى يكون
علمه عن الله عز وجل بلا واسطة من نقل او شيخ فان من كان علمه مستفاداً
من نقل او شيخ فما برح عن الاخذ عن المحدثات وذلك معلول عند اهل الله عز
وجل ومن قطع عمره فى معرفة المحدثات وتفاصيلها فاته حظه من ربه عز وجل
لان العلوم المتعلقة بالمحدثات يفنى الرجل عمره فيها ولا يبلغ الى حقيقتها ولو
انك يا اخى سلكت على يد شيخ من اهل الله عز وجل لاوصلك الى حضرة شهود
الحق تعالى فتاخذ عنه العلم بالامور من طريق الالهام الصحيح من غير تعب
ولا نصب ولا سهر كما اخذه الخضر عليه السلام فلا علم الا ما كان عن كشف
وشهود. لا عن نظر وفكر وظن وتخمين وكان الشيخ الكامل ابو يزيد البسطامى
رضى الله عنه يقول لعلماء عصره اخذتم علمكم من علماء الرسوم ميتا عن
ميت واخذنا علمنا عن الحى الذى لا يموت.

وینبغی لك یا اخی الا تطلب من العلوم الا ما تکمل به ذاتك معك حیث انت
قلت ولیس ذلك الا العلم بالله تعالی من حیث الوهب والمشاهدة فان علمك
بالطب مثلا انما یحتاج الیه فی عالم الاسقام والامراض فاذا انتقلت الی عالم
ما فیه سقم ولا مرض فمن تداوی بذلك العلم۔
فقد علمت یا اخی انه لا ینبغی للعاقل ان یاخذ من العلوم الا ما ینتقل معه الی
البرزخ دون ما یفارقه عند انتقاله الی عالم الاخرة ولیس بمنتقل معه الا
علمان فقط العلم بالله عز وجل والعلم بمواطن الاخرة۔
حتی لا ینکر التجلیات الواقعة فیها ولا یقول للحق اذا تجلی له نعوذ بالله منك
کما ورد فینبغی لك یا اخی الکشف عن هذین العلمین فی هذه الدار لتجنی ثمرة
ذلك فی تلك الدار ولا تحمل من علوم هذه الدار الا ما تمس الحاجة الیه فی طریق
سیرك الی الله عز وجل علی مصطلح اهل الله عز وجل ولیس طریق الکشف عن
هذین العلمین الا بالخلوة والریاضة والمشاهدة والجذب الالهی و کنت ارید ان
اذ کر لك یا اخی الخلوة وشروطها وما یتجلی لك فیها علی الترتیب شیئا فشیئا
لکن منعنی من ذلك الوقت واعنی بالوقت من لاغوص له فی اسرار الشریعة ممن
دابهم الجدال حتی انکروا کل ما جهلوا وقیدهم التعصب وحب الظهور
والریاسة واکل الدنیا بالدین عن الاذعان لاهل الله تعالی والتسلیم لهم۔
ترجمہ: امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دورِ اسلام میں کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ اس
میں اہل تصوف کا شیخ موجود ہو اور اس زمانے کے آئمہ عظام نے اس شیخ کے آگے گردن
نہ جھکائی ہو اور اس سے عاجزی سے پیش نہ آئے ہوں اور اس سے برکت حاصل نہ کی ہو اگر
ان (صوفیاء) کو یہ فضیلت و خصوصیت حاصل نہ ہوتی تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔
میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ اس قوم (جماعت صوفیاء) کی فضیلت پر ہمارے لیے یہی
کافی ہے کہ جس وقت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ
سے پوچھنا چاہا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو نماز میں یہ بھول جائے کہ یہ کون سی نماز پڑھ رہا
ہے؟ تو حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے حضرت شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے قول کو مان

نے شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے سامنے سر جھکا لیا اور حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے شیبان راعی رضی اللہ عنہ کے سامنے سر جھکا دیا جس وقت انہوں نے فرمایا: کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے غافل ہے پس اس کی پاداش ہے کہ اس کی تادیب کی جائے۔ اور اس طرح امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا ابی حمزہ بغدادی صوفی پر اعتقاد لانا اور ان کے پاس دقیق مسائل کا بھیجنا اور یہ کہنا (ما تقول فی ھذا یا صوفی؟) کہ اے صوفی تم اس مسئلے میں کیا کہتے ہو؟ جو چیز امام احمد کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کو ابو حمزہ سمجھ جائیں۔ تو اس سے جماعت صوفیاء کی غایت درجہ کی تعریف نکلتی ہے۔ (امام شعرانی فرماتے ہیں) اسی طرح ہمارے لئے کافی ہے ابو العباس بن سریج کا حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ پر اعتقاد لانا۔ جب وہ ان کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ جو کچھ جنید کہتے ہیں اس کو تو میں نہیں جانتا لیکن ان کے کلام میں ایک رعب پایا جاتا ہے۔ جو اہل باطل کا رعب نہیں ہے اور اسی طرح امام ابو عمران اکابرین فقہاء میں تھے نے حضرت امام شبلی رضی اللہ عنہ کے آگے اس وقت سر جھکایا جس وقت حیض کے مسائل میں حضرت امام شبلی کا امتحان لینا چاہا اور انہوں نے سات ایسی باتیں بتائیں جو امام ابو عمران کو معلوم نہ تھیں۔

اور شیخ قطب الدین ایمن رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو رغبت دلایا کرتے تھے کہ اس زمانے کے صوفیوں کے پاس جایا کرو اور کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ خلوص میں جس درجہ تک پہنچے ہیں وہاں تک تم نہیں پہنچے۔ میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ میں نے اپنے پیر و مرشد اور آقا و مولیٰ حضرت ابو یحییٰ زکریا انصاری رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ جب فقیہ کو اس قوم (جماعت صوفیاء) کے احوال اور ان کی اصطلاحات سے واقفیت نہ ہو تو وہ خشک فقیہ ہے۔

میں (امام شعرانی) کہتا ہوں کہ میں نے ایک رسالہ دیکھا ہے جو شیخ حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر کو لکھ کر بھیجا تھا۔ اس میں انہوں نے امام صاحب کے درجہ کا علم میں کمتر ہونا بیان کیا ہے۔ حالانکہ امام فخر الدین رازی کا شمار ان علماء میں ہے جن پر تمام علوم (اسلامیہ) کی ریاست ختم ہوتی ہے۔

اور وہ خطبہ یہ ہے:
اے میرے بھائی خدا ہم کو توفیق عطا فرمائے سنو! کوئی شخص ہمارے نزدیک علم کے مقام میں اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس کا علم بغیر واسطۂ نقل یا استاد کے خدائے عز و جل کی طرف سے نہ ہو کیونکہ جس کا علم نقل یا استاد سے حاصل ہوتا ہے (یقینا) وہ برابر نو پیدا چیزوں سے لیتا ہے۔ اور (یہ) اہل اللہ کے نزدیک خالی از علت نہیں اور جس نے نو پیدا چیزوں کی شناخت اور اس کی تفاصیل میں عمر گنوائی اس نے اپنا حصہ اللہ عز و جل کے پاس کھو دیا کیونکہ آدمی ان علوم میں جو نو پیدا چیزوں سے تعلق رکھتے ہیں اپنی عمر کو فنا کرتا ہے اور ان کی حقیقت تک نہیں پہنچتا۔
اے میرے بھائی! اگر آپ اہل اللہ میں سے کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلوک اختیار کرتے تو وہ تم کو حق تعالیٰ کے حضور مرتبۂ شہود تک پہنچا دیتا۔ وہاں سے تم اشیاء کا صحیح علم الہام کے طریقے سے حاصل کرتے جس میں نہ مشقت ہے نہ ماندگی ہے نہ بے خوابی ہے جیسا کہ خضر علیہ السلام نے حاصل کیا۔ پس علم تو ہے ہی وہی جو کشف و شہود سے حاصل ہو نہ کہ وہ جو نظر و فکر اور گمان و قیاس سے۔ اور شیخ کامل حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے علماء سے فرماتے تھے تم نے اپنے علوم رسمی عالموں (یعنی) مردوں نے مردوں سے حاصل کئے ہیں۔ اور ہم نے اپنے علوم اس زندہ جاوید سے حاصل کئے ہیں جو مرنے والا نہیں ہے۔ اور اے میرے بھائی! آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ علوم میں سے اسی علم کی جستجو میں رہو جس سے تمہاری ذات کامل ہو۔ اور جہاں تم جاؤ تمہارے ساتھ رہے اور ایسا علم صرف علم باللہ ہی ہے جو وہب اور مشاہدہ کے ذریعے حاصل ہوتا ہے پس اگر آپ کا علم طب ہے مثال کے طور پر تو اس کی ضرورت اسی عالم میں ہے جہاں دکھ اور بیماریاں ہیں اور جب تم اس عالم میں منتقل ہو جاؤ گے جہاں دکھ اور مرض نہیں ہے تو وہاں اس علم کے ذریعے کس کا علاج کرو گے؟

اے میرے بھائی! یقیناً آپ کو علم ہو گا کہ صاحب عقل کے لئے مناسب یہی ہے کہ جو
میں سے صرف وہی علم حاصل کرے جو اس کے ساتھ عالم برزخ تک جائے نہ کہ وہ جو عالم
آخرت کی طرف منتقل ہوتے وقت ساتھ چھوڑ دے اور آدمی کے ساتھ جانے والے صرف
ہی علم ہیں ایک علم باللہ اور دوسرا مواطن آخرت (معاملات آخرت) کا علم۔
حتی کہ اس عالم میں جو تجلیات واقع ہوں اس کا انکار نہ کر بیٹھے اور جب حق کی تجلی اس پر ہو تو
نعوذ باللہ منک نہ کہہ دے جیسا کہ وارد ہوا ہے اس لئے اے میرے بھائی! آپ کے لئے یہ
مناسب ہے کہ اسی عالم میں یہ دونوں علم آپ پر کھل جائیں تاکہ ان کا پھل اس عالم میں تم کو
ملے۔ اور اس عالم کے انہی علوم کو لو جن کی ضرورت اہل اللہ کی اصطلاح کے مطابق اللہ تعالیٰ کی
طرف جانے کے راستہ میں پیش آئے اور کشف کا راستہ (فقط) ان دونوں علوم میں سے نہیں
مگر خلوت، ریاضت مشاہدہ اور جذب الٰہی کے ساتھ۔
اور اے میرے بھائی! میں نے چاہا (کہ دونوں علموں کا انکشاف) صرف خلوت اور اس کی
شرائط اور ان تجلیات کا جو آپ کو خلوت میں نظر آئیں ترتیب وار تھوڑا تھوڑا کر کے آپ کے
لئے ذکر کروں لیکن (مخالفت) زمانہ نے مجھے اس ارادے سے باز رکھا (مخالفت) زمانہ سے
میری مراد وہ اشخاص ہیں جن کو اسرارِ شریعت کی سمجھ نہیں ہے جن کا طریقہ لڑنا جھگڑنا ہے
یہاں تک کہ ایسے لوگ جتنی چیزوں سے ناواقف ہوتے ہیں ان سب کا انکار کرتے ہیں اور
تعصب اور نام و نمود سردار بننے اور دین کے ذریعے سے دنیا حاصل کرنے کی محبت نے ان کو
اہل اللہ پر اعتقاد لانے اور ان کی بزرگی کو ماننے سے روک رکھا ہے۔
(الطبقات الکبری المسماۃ بلواقح الانوار فی طبقات الاخیار ص ۱۰،۱۱،۱۲، دار
الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔
۵۔ امام اجل الشیخ محمد بن علی بن عطیہ الحارثی یابی طالب المکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ
تصنیف "قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب ووصف طریق المرید الی مقام التوحید" میں صوفیائے
کرام کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عبارت نقل کرنے سے پہلے سمجھتا ہوں کہ
اس کتاب کی اہمیت واضح کر دوں۔

تصوف کی دنیا میں قوت القلوب ایسی مستند ترین کتاب ہے کہ جس سے امام غزالی جیسی شخصیات نے استفادہ کیا ہے "المنقذ من الضلال" میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

...تحصیل علمهم من مطالعة کتبهم مثل قوت القلوب لابی طالب مکی رحمة الله علیه وکتب الحارث المحاسبی والمتفرقات الماثورة عن الجنید والشبلی وابی یزید البسطامی قدس الله ارواحهم۔

ترجمہ: میں نے علم صوفیاء کو حاصل کرنے کی ابتدا ان کی کتابیں پڑھنے سے شروع کی مثلا ابوطالب مکی کی قوت القلوب اور تصنیفاتِ حارث محاسبی اور متفرقاتِ ماثورہ جنید و شبلی اور بایزید بسطامی قدس اللہ ارواحہم۔ (مجموعہ رسائل غزالی المنقذ من الضلال ص ۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

**حضرت ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت القلوب کی عبارت ملاحظہ کیجئے:**

وقد کان علماء الظاهر اذا اشکل علیهم العلم فی مسالة لاختلاف الادلة سالوا اهل العلم بالله لانهم اقرب الی التوفیق عندهم ابعد من الهوی والمعصیة منهم. الشافعی رحمة الله علیه کان اذا اشتبهت علیه المسالة لاختلاف اقوال العلماء فیها وتکافؤ الاستدلال علیها رجع الی علماء اهل المعرفة فسالهم قال: وکان یجلس بین یدی شیبان الراعی کما یجلس الصبی بین یدی المکتب ویساله کیف یفعل فی کذا و کیف یصنع فی کذا فیقال له مثلك یا ابا عبد الله فی علمك وفقهك تسال هذا البدوی فیقول ان هذا وفق لما علمناه... وقد کان احمد بن حنبل ویحیی بن معین رضی الله عنهما یختلفان الی معروف بن فیروز الکرخی رحمة الله علیه ولم یکن یحسن من العلم والسنن ما یحسنانه فکانا یسئلانه.

ترجمہ: علماء ظاہر کو جب کوئی مسئلہ دلائل میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کسی عالم باللہ (صوفی) کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے کیونکہ وہ تسلیم کرتے کہ یہ لوگ ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور معصیت سے بہت دور ہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو جب کبھی علماء کرام کے اقوال میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے کسی مسئلہ میں اشکال پیدا ہو جاتا اور وہ استدلال نہ کر پاتے تو اہل معرفت علماء کرام (یعنی صوفیاء کرام) کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے پوچھتے۔

منقول ہے کہ وہ (امام شافعی) حضرت شیبان راعی کی خدمت میں اس طرح بیٹھا کرتے تھے جیسے کوئی بچہ مکتب میں استاد کے سامنے بیٹھتا ہے اور ان سے عرض کرتے کہ فلاں مسئلہ میں کیا کریں اور فلاں میں کیا کریں؟ تو لوگ امام شافعی سے کہتے اے ابو عبد اللہ! آپ جیسا عالم اور فقیہ اس بدوی سے مسائل دریافت کرتا ہے تو وہ (امام شافعی) عرض کرتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں یہ سوال کرنا بھی اسی کے موافق ہے۔۔۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین اکثر حضرت معروف بن فیروز کرخی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے حالانکہ حضرت معروف کرخی علم و سخن میں ان دونوں سے زیادہ (عالم و محدث) نہ تھے مگر اس کے باوجود وہ دونوں ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

(قوت القلوب جلد ۱ ص ۲۷۰،۲۷۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)۔

**۸۔ اور امام الفقہاء والمجتہدین سید محمد امین ابن عابدین الشامی (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) امام الآلوسی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔**

لو لا السنتان لهلك النعمان۔

ترجمہ: اگر میرے دو سال تحصیل کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو نعمان بن ثابت ہلاک ہو جاتا۔

(صب العذاب علی من سب الاصحاب ص ۱۵۸-۱۵۷)

ایک لمحہ کے لئے ائمہ اربعہ اور بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام یحییٰ بن معین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقام اور مرتبہ کو بھی دیکھیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ، امام شافعی کا حضرت شیبان راعی، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کا حضرت معروف کرخی، فقیہ ابو عمران کا، حضرت امام شبلی اور ابو العباس بن سریج کا حضرت جنید بغدادی اور حضرت امام

احمد بن حنبل کا حضرت ابی حمزہ بغدادی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خدمت میں بیٹھنا بھی دیکھیں اس لئے یہ بڑے احتیاط کی جگہ ہے:

**۹۔علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:**

ومن فتح باب اعتراض علی المشائخ والنظر فی افعالھم والبحث عنھا فان ذالک علامۃ حرمانہ سوء عاقبتہ وانہ لا یفلح انتھی۔

ترجمہ: اور جس شخص نے صوفیاء کرام واولیاء پر اعتراض کا دروازہ کھولا اور (عیب جوئی کے لئے) ان کے افعال میں نظر کی اور (مخالفت میں) اس سے بحث کی بے شک یہ بد نصیبی اور برے خاتمے کی علامت ہے اور بے شک وہ کبھی فلاح نہیں پائے گا۔

(اقتباس من البرہان مجموعہ رسائل ابن عابدین الجز الثانی ص ۲۸۹ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان)

# ضروری گزارشات

لہٰذا اگر ہم تصانیفِ صوفیائے کرام میں عمل تخریج کے دوران وسائل کی کمی یا کتب احادیث کی عدم دستیابی یا کسی بھی وجہ سے متنِ حدیث ڈھونڈنے میں ناکام ہوجائیں تو:

۱۔اس کے حدیث ہونے سے انکار نہ کیا جائے۔

۲۔اسے اپنی علمی کم مائیگی کی طرف لوٹایا جائے۔

۳۔تمام متونِ حدیث کے دستیاب ہونے تک اس پر تحقیق کا کام جاری رکھا جائے۔

۴۔اور صوفیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے معمولات پر اعتراض نہ کیا جائے۔

۵۔صوفیاء واولیاء کے روایتِ حدیث کے طریقہ کو لازماً مدِ نظر رکھا جائے اور اسے برحق مانا جائے۔ کیونکہ یہ ہستیاں اکثر فرامین واحادیث براہِ راست مجلس نبوت ﷺ سے سماع فرماتی ہیں۔

## صوفیاء کی روایات کا حکم شرعی:

صوفیاء کرام جو احادیث مبارکہ خواب میں یا براہِ راست حضور نبی کریم ﷺ سے لیتے ہیں جیسا کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر احادیث کو لیا اور بعض احادیث کی

تصحیح کروائی اور شاہ صاحب نے تو ان تمام احادیث مبارکہ کو ایک رسالہ میں جمع کیا جس کا نام دُرِ ثمین رکھا ہے تو ایسی تمام احادیث فضائل اعمال اور مناقب میں معتبر ہیں لیکن ان سے احکام شرعی ثابت نہیں ہوں گے۔ اور اس بات کی بھی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ خواب یا بیداری میں حضور نبی پاک ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے والے شخص کو صحابی نہیں کہیں گے اور نہ صحابیت کا درجہ دیں گے اور نہ دے سکتے ہیں اور نہ وہ کسی صحابی کے مقام و مرتبہ کے برابر ہو سکتا ہے۔

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۹۔۱۱۰۲ ہجری) اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کلید التوحید کلاں میں جمیع اصحاب اصحاب صفہ واصحاب بدر واصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم ہیچ کس نہ رسد بہ اصحابان محمد رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے اصحاب پاک کے سوا کوئی اور شخص اصحابہ بدر اصحاب کبار اور جملہ صحابہ کرام تک نہیں پہنچ سکتا۔

(کلید التوحید کلاں: صفحہ ۱۴۲: العارفین پبلیکیشنز لاہور پاکستان)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صوفیاء کرام حضور نبی کریم ﷺ کے روحانی اور باطنی شاگرد ہوئے ہیں اور آپ ﷺ ان کا ظاہری اور باطنی تزکیہ اور تعلیم و تلقین فرماتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پاک ﷺ کی مرضی ورضا کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور یقیناً انہی نفوس قدسیہ کی شان میں آیا ہے:

کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا۔

ترجمہ: میں اس کے کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں اور زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا، دیکھتا، پکڑتا، چلتا ہے۔

اور انہی سے متعلق فرمایا گیا ہے: اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

## صوفیاء کے مقام کے بارے میں مزید اقوال:

### امام ابی القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری رسالہ القشیریہ (ص:۱۱) میں فرماتے ہیں:

۱۔ اعلموا رحمکم الله ان شیوخ هذه الطائفة بنوا قواعد امرهم علی اصول صحیحة فی التوحید صانوا بها عقائدهم عن البدع ودانوا بما وجدوا علیه السلف واهل السنة۔

ترجمہ: جان لو اللہ تم پر رحم فرمائے اس جماعتِ صوفیاء کے بزرگوں نے توحید کے سلسلے میں اپنے موقف کے قواعد کو صحیح اصول پر استوار کیا ہے انہوں نے اپنے عقائد کو بدعات سے محفوظ رکھا اور ان عقائد اور اعمال کے قریب ہو گئے جن پر اسلاف اور اہل سنت کو پایا۔

### ۲۔ اور رسالہ القشیریہ (ص: ۴۲۷) میں لکھتے ہیں:

کان اصول هذه الطائفة اصح الاصول ومشایخهم اکبر الناس وعلماء هم اعلم الناس۔

ترجمہ: اس گروہ کے اصول سب سے زیادہ صحیح اصول ہیں اور ان کے مشائخ تمام لوگوں سے بڑے اور ان کے علماء سب لوگوں سے بڑھ کر علم رکھنے والے ہیں۔

### ۳۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ المنقذ من الضلال ص ۶۲ میں فرماتے ہیں:

وان سیرتهم احسن السیر وطریقهم اصوب الطریق اخلاقهم ازکی الاخلاق۔

ترجمہ: اور ان کی سیرت سب سیرتوں سے بہتر ہے اور ان کا راستہ سب راستوں سے زیادہ صاف ہے ان کے اخلاق تمام اخلاق سے زیادہ پاکیزہ تر ہیں۔

### ۴۔ امام ابو طالب مکی ان کی شان میں قوت القلوب ص ۲۷۰ میں لکھتے ہیں:

وقد کان علماء الظاهر اذا اشکل علیهم العلم فی مسالة لاختلاف الادلة سالوا اهل العلم بالله لانهم اقرب الی التوفیق عندهم والبعض من الهوی والمعصیة منهم۔

ترجمہ: علمائے ظاہر کو جب کوئی مسئلہ دلائل میں اختلاف پائے جانے کی وجہ سے حل کرنا مشکل ہو جاتا تو وہ کسی عارف باللہ (صوفی) کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کرتے کیونکہ یہ

لوگ ان کے نزدیک اللہ جل وعلا کی توفیق کے زیادہ قریب اور نفسانی خواہشات اور معصیت سے بہت دور ہیں۔

۵۔اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ ص ۵۵۷ میں امام ابو طالب مکی کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقول الشیخ ابی طالب المکی یعتبر لو فور علمہ و کمال حالہ وعلمہ باحوال السلف ومکان ورعہ وتقواہ وتحریہ الاصوب والاولی۔

ترجمہ:اور شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول معتبر ہو گا ان کے کثرت علم ،کمال حال،اسلاف کے احوال کو جاننے ،ورع وتقوی کی منزلت اور احق واولی فکر کی وجہ سے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام کی نسبت یہ کہنا کہ ان کا قول و فعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا بہت سخت اور نامناسب بات ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واتبع سبیل من اناب الیٰ۔

ترجمہ: جو میری طرف جھکے ان کی راہ کی پیروی کر۔

صوفیاء کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہو گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

انما تمسک بافعال اہل الدین۔

ترجمہ: دینداروں ہی کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

صوفیاء سے بڑھ کر کون دین دار ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ صفحہ ۵۵۹ رضا فاؤنڈیشن لاہور پاکستان)

# حرکاتِ لطائف اور حرکتِ قلب کے دلائل:

## حضور سیدی حضرت مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

### جسم و لطائف کی حرکات کے متعلق آیات و اقوال صوفیاء:

اللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔

ترجمہ: اللہ عزوجل نے اتاری سب سے اچھی کتاب کہ اول سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ (سورۃ الزمر: ۲۳)

تو آیت کریمہ قطعیہ سے بدن کی حرکت خواہ تمام بدن ہو یا بعض بدن ہو تمام چمڑا ہو یا بعض حصہ کی حرکت اور اضطراب ثابت ہے۔ اور یہ آیت کہ:

ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ

پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کیلئے۔ (سورۃ الزمر: ۲۳)

اس سے جلد، چمڑا اور قلوب (جمع قلب) یعنی لطائف کا نرم ہونا اور حرکت کرنا ثابت ہے۔

جیسا کہ امام مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مکتوبات شریف پر ایسا تحریر کرتے ہیں کہ لانت اجسادھم فصارت ظواھرھم بواطنھم بواطنھم ظواھرھم۔

ترجمہ: اولیاء کرام رحمتہ اللہ علیھم کے اجساد نرم ہو چکے ہیں ان کا ظاہر باطن اور باطن ظاہر بن چکا ہے یعنی جس طرح باطن متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے اسی طرح ظاہر بھی متحرک بذکر اللہ اور نرم ہے۔ (مکتوب شریف ص ۲۹۰ جلد ۱)

پس معلوم ہوا کہ جس طرح اولیاء کرام کے باطن اور لطائف اللہ تعالیٰ کے ذکر جاری اور حرکت کرنے والے ہیں اسی طرح انکا ظاہری بدن (بعض ہو یا کل) ذکرِ خداوندی جل جلالہ میں مشغول اور متحرک ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے جسم کا ہر ذرہ اور ہر بال ذکرِ خداوندی جل جلالہ میں مصروف رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

کے خوف سے متحرک رہتے ہیں۔ نیز اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدن کا کانپنا اور متحرک رہنا خاشعین اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی صفت ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگ علماء راسخین ہی ہیں جو کہ علم احکام اور اسرار کے جامع ہوتے ہیں۔ پس یہی حضرات خاشعین علماء ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے کہ:
اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا (سورۃ فاطر:۲۸)
اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔
اور جس عالم میں خشیت نہیں ہو وہ حقیقی عالم نہیں ہے۔
عارف باللہ سیدی شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:
وقال الربیع بن انس، من لم یخش اللہ فلیس بعالم۔
ترجمہ: حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ عالم حقیقی نہیں ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج۲، ص۱۶۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)
اگرچہ ظاہری الفاظ و عبارات اسے یاد ہوں۔
اور خاشع کی صفت یہ ہے کہ:
تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم۔
یعنی ان کے جسم پر حرکت اور اضطرابات آتے ہیں
یعنی تحرک تضطرب و ترتعد جیسا کہ جلالین اور مدارک کی تحقیق سے معلوم ہوا۔
من اقشعرّ جلدہ من خشیۃ اللہ تحاطت عنہ الذنوب کما تحاطت ورقۃ الشجرۃ الیابسۃ
جسکا جسم اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے تو اس سے اس طرح گناہ جھڑتے ہیں جس طرح درخت سے خشک پتے نیچے گرجاتے ہیں۔
کہ نبی اکرم ﷺ پر جب ابتدائی وحی نازل ہوئی اور تین دفعہ حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ اقراء اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ما انا بقاریٔ تو اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

فقال: اقرأ، فقلت: ما انا بقاری، فاخذنی فغطنی الثالثۃ ثم ارسلنی، فقال: {اقرأ باسم ربك الذي خلق. خلق الانسان من علق. اقرأ وربك الاكرم" فرجع بها رسول الله صلی الله علیه وسلم یرجف فؤاده، فدخل علی خدیجۃ بنت خویلد رضی الله عنها، فقال: زملونی زملونی۔

ترجمہ: حضور نبی محتشم ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے دوسری مرتبہ مجھے زور سے پکڑلیا اور پھر چھوڑ کر فرمایا کہ اپنے رب عزوجل کے نام سے پڑھ لو وہ ذات جس نے عالم کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ نبی محترم ﷺ قرآن پڑھا کریں اور آپ ﷺ کا رب عزوجل بڑا کریم ہے۔ تو اس وحی کو نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ لائے اور آپ ﷺ کا دل مبارک حرکت کر رہا تھا پس خدیجۃ الکبری کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے کپڑے میں لپیٹ دو۔

(صحیح البخاری، باب بدء الوحی الی رسول، رقم: ص ۲)

شارحین بخاری نے اس کے تحت فرمایا ہے۔

ترجمہ: دل اضطراب کر رہا تھا اور دھڑکتا تھا اور حرکت کر رہا تھا اور فواد دل کے مرادف ہے یا عین دل ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ فواد دل کے باطن کو کہتے ہیں جو کہ حقیقۃ جامعہ سے مسمی ہے اور انوار الٰہیہ کا جامع ہوتا ہے اور صفات فعلیہ کی تجلیات کا حامل ہوتا ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق یہ آخری قول راجح اور اصح ہے اور مجہول کا صیغہ اس لئے مستعمل ہے کہ اس کا قائل عظیم ترین ہے۔

ا اور علامہ شمس الدین محمد بن یوسف الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

واماعلم خدیجہ برجفان الفؤاد. فالظاهرانهارأته حقیقة ویجوزانهالم تره وعلمته بالقرائن وصورة الحال. أوأخبرها النبی ﷺ.

ترجمہ: اور خدیجۃ رضی اللہ عنہا دل کی حرکت پر مطلع ہونا تو ظاہر یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے حقیقتاً دل کو حرکت کرتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی جائز ہے کہ انہوں نے خود حقیقتاً نہ دیکھا ہو قرآئن اور صورت حال سے دل کی حرکت معلوم ہو۔ (یعنی آپ ﷺ کے جسم اطہر پر کپڑے کی حرکت کی وجہ سے انہیں معلوم ہوا) یا آپ ﷺ مبارک نے انہیں خود خبر دی۔ (شرح الکرمانی علی صحیح البخاری ج ا ص ۲۰۴)

۲۔اس طرح امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں
کہ:
احیاء دلھاے مردہ بتوجہ شریف او منوط است۔
ترجمہ: مردہ دلوں کا زندہ ہونا ان کی توجہ شریفہ سے وابستہ ہے۔
(جلد اول دفتر اول مکتوب ۲۹۲)
مکتوب ۲۶۰ لطائف عشرہ ،ولایات ثلاثہ اور کمالات مع حقائق کے بیان میں صادر ہوا ہے
مطالعہ فرمایئے۔
۳۔مفسر قرآن علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری ،قرطبی ،رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی ۶۷۱ھ، لکھتے ہیں:
وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَذَلِكَ وَكَانَ إِذَا قَامَ يُصَلِّي سُمِعَ وَجِيبُ قلبه على ميلين.
ترجمہ: اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی طرح تھے اور جب آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہوتے تو دو میل تک آپ کے دل کا اضطراب اور دھڑکن سنائی دیتی۔
(تفسیر القرطبی ، سورۃ التوبۃ، تحت الآیۃ :۱۱۴،ج ۸، ص ۱۷۵، دار الکتب العلمیہ ، بیروت
(تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۷۵۹)
۴۔معارف آگاہی مولانا جلال الدین ،رومی ،بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی ۶۷۲ھ ، لکھتے ہیں

چوں نمی داند دلِ دانندہَ
ہست با گردندہ گردانندہَ

ترجمہ: ایک عاقل کا دل کیوں نہ اس بات کو جانے گا کہ (ہر) متحرک کے ساتھ (کسی) محرک (کا ہونا ضروری) ہے۔
(مفتاح العلوم ،دفتر ششم ،ص ۸۶)
۵۔علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:
وقال الأستاذ أبو علی الدقاق رحمہ اللہ تعالیٰ: الرهبة علی مراتب: أولها: الخوف وهي من شرط الإيمان. قال الله تعالى: وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ثانيها: الخشية

وهي من شرط العلم، قال الله تعالى: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ثالثها الهيبة، وهي من شرط المعرفة. وقيل هي حركة القلب من جلال الرب.

وأما وصفه تعالى بها في قوله تعالى: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ برفع الاسم الكريم ونصب العلماء عكس القراءة المشهورة كما قرأ به أبو حيوة وعمر بن العزيز وأبو حنيفة فهو على سبيل المجاز، والمراد غايتها التي هي التعظيم والإجلال فقط على حد قوله:

أهابك إجلالاً وما بك قدرةٌ عليّ ولكن ملء عينٍ حبيبها.

استاذ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رھبۃ کے کئی مراتب ہیں۔

پہلا درجہ خوف ہے۔ یہ ایمان کی شرط کے ساتھ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

خافون إن كُنْتُمْ مُؤْمِنِين

ترجمہ: "مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو"۔ (آلِ عمران: ۱۷۳)

خشیت: یہ علم کی شرط کے ساتھ ہے۔ ارشاد پاک ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

ترجمہ: اللہ عزوجل کے بندوں میں سے صرف علماء ہی (پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸)

تیسرا درجہ ہیبت کا ہے۔ یہ معرفت کی شرط کے ساتھ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے دل کا حرکت کرنا ہے۔ اگر رب تعالیٰ کے اس فرمان میں لفظ "اللہ" کو مرفوع پڑھا جائے۔ جیسا کہ ابو حیوۃ، عمر بن عبد العزیز اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے پڑھا ہے۔ یہ مشہور قراۃ کے برعکس ہے۔ تو یہ مجازاً ہو گا۔ اس سے مراد وہ غایت ہے جو تعظیم اور اجلال کی غایت ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے لکھا ہے:

أهابك إجلالاً وما بك قدرةٌ عليّ ولكن ملء عينٍ حبيبها

ترجمہ: میں تم سے ڈرتا ہوں۔ یہ ڈر تمہاری تعظیم کی وجہ سے ہے حالانکہ مجھ پر تمہیں قدرت نہیں ہے۔ لیکن اس کا محبوب آنکھ کو بھر دیتا ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد، ج ۱، ص ۴۲۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۶۔ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۷۹ھ، لکھتے ہیں:
مخدوما معدہ را محلی است ودل را محل دیگر ذکرے و تحرکے کہ از محل معدہ بر آید آن ذکر منسوب بمعدہ است وذکرے کہ از محل دل ظاہر گردد وذکر دل:
فالامتیاز بینھما بامتیاز المحال۔
ترجمہ: میرے مخدوم! معدہ کا ایک مقام ہے اور دل کا مقام دوسرا ہے اور جو ذکر و حرکت کہ مقام معدہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ ذکرِ معدہ سے منسوب ہے اور جو ذکر کہ دل سے مقام سے ظاہر ہوتا ہے وہ دل کا ذکر ہے پس ان دونوں میں امتیاز مقام کے امتیاز سے ہے۔
(مکتوبات معصومیہ، دفتر، دوم، مکتوب، ۷۰، ص، ۱۱۸، ۱۱۷، گارڈن ویسٹ، کراچی) (مکتوبات معصومیہ، ج، ۲، مکتوب، ۷۰)

۷۔ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۱۰۵۴ھ، لکھتے ہیں:
یکی از صاحبدلان صادق القول کہ آن وقت حاضر بودہ باین حقیر گفت روزی پیش ازانکہ حضرت خواجہ از ہندوستان بماوراء النہر شوند در لاہور بمسجد برای أدای نماز فرض از فرایض خمسہ در آمدند در اثنای نماز ناگاہ از سینہ سکینہ ایشان آوازی مہیب ظاہر شد چنانکہ اہل صف نماز ازان حیر تھاروی وار بعدازادی تسلیمتین حضرت خواجہ تبعجیل ہرچہ تمام تراز مسجد بیرون رفتندازان پس دوسہ تن ازنزدیکان را فراہم آوردہ در منزل خودادای جماعۃ میفر مودند۔
ایک اہل دل اور سچے بزرگ نے جو اس وقت موجود تھے مجھ سے بتایا کہ ایک دن جبکہ قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان سے ماوراء النہر روانہ نہیں ہوئے تھے لاہور میں ایک مسجد میں نماز فریضہ کیلئے تشریف لائے۔ نماز پڑھتے وقت یکایک آپ کے سینے سے ایک مہیب آواز نکلی جس سے تمام نمازی حیرت میں ہو گئے۔ نماز کے بعد قطب الارشاد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت جلد مسجد سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد آپ دو تین قریبی تعلق والوں کو جمع کر کے اپنی قیام گاہ پر ہی جماعت سے نماز پڑھنے لگے۔ (برکات احمدیہ، نام دگر زبدۃ المقامات، ص، ۱۱۱)

**۸۔ شیخ محمد خیر طمعہ حلبی، الغجری، الشامی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، لکھتے ہیں:**

علم و عمل اور عالم و جاہل

آپ کا ارشاد ہے: "العلم بحرکات القلوب فی مطالعۃ الغیوب اشرف من العمل بحرکات الجوارح"

"دل کی حرکتوں کا علم محل غیب میں اس عمل سے زیادہ اشرف ہے جو اعضاء کی حرکتوں سے حاصل کیا جائے۔" (فیضان صوفیاء صفحہ ۲۸۷/۲۷۷)

**۹۔ حضرت مؤید الدین بیرنگ خواجہ محمد باقی باللہ، کابلی، حنفی، نقشبندی، قدس سرہ، متوفی، ۱۰۱۳ھ، لکھتے ہیں:**

حرکت قلبی ہر گاہ بروفق حرکت ذکرے شود یا بسمع خیال کلمہ اللہ مسموع شود. ترجمہ: دلِ کی حرکت جب ذکر کی حرکت کے موافق ہو جائے یا خیال کے کانوں سے کلمہ اللہ سنا جائے۔

(کلیات باقی باللہ، یعنی مجموعہ کلام ورسائل و ملفوظات و مکتوبات، رقعہ، ۲۷، ص، ۹۲، ملک دین محمد اینڈ سنز، اشاعت منزل بل روڈ، لاہور) (مکتوبات خواجہ باقی، رقعہ، ۲۵)

**۱۰۔ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم لی**

اور آپ کے شیخ نے آپ کے حال پر توجہات فرمائیں۔ پندرہ پندرہ دن تک توجہات کا اثر باطن میں رہا کرتا تھا۔ آپ کے شیخ فرماتے تھے کہ تمہارے لطائف خوب جاری ہیں، لیکن آپ ساکن تھے۔ ایک روز آپ راستے میں جا رہے تھے کہ اچانک آپ کا دل حرکت میں آیا اور اسم ذات کی آواز آپ کے کان میں آئی۔ جس نے آپ کو مضطرب کر دیا۔

**۱۱۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء) فرماتے ہیں**

کہ میں نے ان کی حرکت ذکر اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ حرکت ذکر مبتدی کو بہت خوش کرتی ہے۔ (سیف الابرار، ص، ۶، ۷، ۶۶، ۶۵، ۱، اسنبول، میرزا مظہر جان جاناں کے خطوط، مکتوب، ۵۳، ص، ۱۶۳، لوائح خانقاہ مظہریہ، ص، ۱۱۲) (خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ، ص: ۲۸۵)

۱۲۔ معارف آگاہی مولانا جلال الدین، رومی، بلخی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۶۷۲ھ، لکھتے ہیں:

تازگی و جنبشِ طوبے ست ایں
ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں

ترجمہ: یہ تازگی اور حرکت (سچی) خوشی کی تازگی و حرکت ہے (عام) مخلوقات کی سی (نفسانی) حرکت نہیں۔
(مفتاح العلوم، دفتر اول، ص، ۶۶۲)

۱۳۔ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان، حنفی، قادری، فاضل بریلی، قدس سرہ، متوفی، ۱۳۴۰، لکھتے ہیں:

بحوالہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۱۷۶ھ، لکھتے ہیں:
من جبلۃ الانسان انہ اذا استقر فی قلبہ شیئ جری حسب ذلک الارکان واللسان وھو قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ان فی جسد ابن اٰدم مضغۃ" الحدیث ففعل اللسان والارکان اقرب مظنۃ وخلیفۃ لفعل القلب۔

انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضاء اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کا کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے الحدیث، پس زبان اور اعضاء کی حرکت دل کے فعل کے تابع ہوتی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ، الامور التی لابد منہا فی الصلوٰۃ، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور، ۲ /۵) (فتاوٰی رضویہ، ج، ۷، ص، ۶۰۸، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)

ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے

اپنے دل کی توجہ ذات الٰہی کی طرف کہ جس کا مبارک نام اللہ ہے پس اس ذکر میں اور خطرات کو دور کرتے ہوئے وقوف قلبی کے ساتھ مشغول ہونا چاہیے تاکہ ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے۔

(ہدایت الطالبین، ص، ۲۳)

## شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھتے ہیں:

۱۴۲۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دعاؤں اور اذکار کو ایک بار مرشد پڑھ جائے اور مرید سنتا رہے یہ عمل تین بار ہونا چاہیے اس کے بعد مرشد کہے کہ جو کچھ مجھ کو اپنے شیوخ سے حاصل ہوا ہے تجھ کو دے دیا اور مرید کہے کہ میں نے قبول کیا اس کے بعد کسی ایسے تنگ و تاریک حجرے میں رہنے کی تعلیم دے جس کی وسعت صرف لیٹنے اور کھڑے ہونے کو کافی ہو اور شور و غل کی اس میں آواز نہ آتی ہو۔ مرید کو چاہیے کہ اس حجرے میں پاک وصاف ہو کر داخل ہو اور چار زانوں اس طرح بیٹھے کہ اس کی پیٹھ میں کوئی کجی نہ ہو اور آنکھیں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں کھلی رکھے تاکہ اللہ کے نام کا نقش پیدا ہو جائے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے سے رگِ کیماس (ایک رگ ہے جو بائیں گھٹنے کے اندر ہے اور قلب سے تعلق رکھتی ہے اس کی تحریک و حرارت قلب پر اثر کرتی ہے) کو دبائے اس کے بعد خشوع و خضوع و حضورِ قلب سے یا حی یا قیوم الخ پڑھے اس کے بعد محاسبہ اور مجاہدہ کے طریقے سے ذکر میں فکر اور ملاحظہ اور واسطہ کے ساتھ بہت توجہ اور قوت و شدت جہریہ یا خفیہ سے جس سے اس کو ذوق وانبساط پیدا ہوا ہو اور لذتِ ذکر سے بے خودی ہو مشغول ہونا چاہیے۔ اور اگر کبھی غیر خدا کا خیال آئے تو دیدار شیخ سے اس کا انسداد کرے اور بدستور شغل میں مشغول ہو جائے تاکہ خطرات اور وساوس جو انسانیت کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں دفع ہو جائیں اور قلب کی صفائی اور تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے تاکہ اس ذکر کا اثر اس کے تمام اعضاء اور رگوں میں ظاہر ہو جائے اور مکاشفات انوار غیبی کا مظہر بنے اور حقائق اشیا اس پر منکشف ہو جائیں اور علم ارواح سے ملاقات اور ذکر حقیقی و شہود حق حاصل ہو جائے۔

فائدہ جب ذکر کرنے والا ذکر میں ایسا کمال حاصل کر لے اس کی قلبی حرکت کا احساس اس کے دل کی زبان سے ہو سکے تو وہ حرکت قلبی تمام جسم میں پھیل جاتی ہے اور اس کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ پہلے کوئی عضو ایسی حرکت کرنے لگتا ہے کہ جو قلب کے لیے مخصوص ہے اور اس کے بعد بعد کبھی کبھی ہاتھ کبھی پاؤں کبھی سر بلا اختیار حرکت کرنے لگتے ہیں یہاں تک

کہ دنیا اس کو متحرک نظر آنے لگتی ہے ذکر کا نور جب حرکت کرتا ہے تو تمام جسم میں پھیل جاتا ہے اور تھوڑی مدت میں تمام جسم کو گھیر لیتا ہے اور اس ذکر کی وجہ سے اس پر مختلف انکشافات ہوتے ہیں اور عجیب عجیب قسم کے واقعات رونما ہوتے ہیں وہ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے اور کبھی متحیر وپریشان ہوجاتا ہے مرید کو چاہیے ایسی حالت میں کسی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ذکر و فکر میں مشغول رہے اور اگر خدا کی مدد شامل ہوئی تو کبھی اپنے تمام جسم کو ذاکر پائے گا اور تمام اعضاء قلب کے ہم سر ہوجائیں گے اسی ذکر میں ذاکر تمام اعضاء کا ذکر سنتا ہے۔

(کلیات امدادیہ، ص ۱۲)

## ۱۵۔ دیوبندیوں کے عارف باللہ سید زوار حسین شاہ لکھتے ہیں:

حکایت: اور اس پر یہ حکایت سنائی کہ ایک سید زادی اور ایک ملانی دونوں میں محبت تھی اور دونوں ہی اہل ذکر تھیں، آپس میں یہ معاہدہ ہوا کہ جو پہلے مرجائے دوسری دفن کے وقت اس کی قبر میں اترے۔ قضائے الٰہی سے سید زادی پہلے مر گئی ملانی حسب وعدہ دفن کے وقت پہنچی اور اس کا حال دیکھا کہ سید زادی کا قلب بڑے زور سے اللہ اللہ کر رہا تھا۔

(مقامات فضلیہ ص، ۸۴)

## ۱۶۔ ایک دفعہ حضرت قیوم الزماں شیخنا الامجد مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طالقان میں جلوہ افروز ہوئے تھے اور یہ فقیر ارچی میں اس وقت تھا کہ

اچانک میرے لطیفۂ سر نے بے اختیار حرکت کرنا شروع کر دی اور حرکت واضح طور پر ظاہر ہوئی۔ اس وقت سابقہ سالکین میں سے خلیفۂ اعظم روحانی صاحب کے والدِ بزرگ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا کہ میں بھی حیران ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ چند دن بعد جب حضرت ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارچی میں تشریف لے آئے اور میرے لطیفۂ سر کا یہ حال دیکھ لیا تو فرمایا کہ یہ حالت کب سے ظہور پذیر ہوئی ہے؟ تو میں نے معین دن اور وقت بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ اسی دن اسی وقت میں مسجد میں تلاوت کر رہا تھا صرف اور صرف آپکی محبت دل میں تھی کہ اچانک میرا لطیفہ سر بھی نکل آیا

میں نے اس حالت کو ختم کرنے کی کوشش کی لیکن ختم نہ ہو سکی پھر میں نے بارہا بار مختلف خصوصی اوقات میں خصوصی دعائیں مانگیں کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ : نقشبندیہ مبارکہ کا کمال مخفی ہے اس حال کا ظہور میں پسند نہیں کرتا کیونکہ میں استدراج سے بہت ڈرتا ہوں۔ اے اللہ تعالیٰ اس حال کو چھپادے اور ختم کردے۔ لیکن میں نے جتنی بھی دعائیں مانگی یہ حالت اور بڑھتی گئی۔ پھر حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جسطرح اس حالت کو ختم کرنے کیلئے دعائیں مانگیں اسطرح آپ بھی دعاء مانگو تا کہ آپ کا ذمہ بھی فارغ ہو جائے تو تعمیل امر کے واسطے جب اس فقیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حالت کو چھپانے اور اس حال کے ختم کرنے کی دعائیں مانگی تو لطیفہ خفی نے بھی ظہور کیا۔ (ہدایت السالکین، ص،۲۴۹)

## (واقعہ نمبر ۲)

ایک مرتبہ زرخرید میں حضرت سیدنا مولانا ہاشم سمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ یہ فقیر بھی موجود تھا اور سید حسن جان آغاجان صاحب بھی ادھر موجود تھے میں نے ایک بڑا بالاپوش پہن رکھا اندر سے تو میرے لطائف حرکت کرتے تھے لیکن بالاپوش (کوٹ) پہننے کی وجہ سے حرکت باہر معلوم نہیں ہوتی تھی تو حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری طرف کئی مرتبہ میری طرف دیکھا لیکن میں نہیں سمجھ سکا تو صریح الفاظ میں انہوں نے فرمایا پھنیکو اس، چرم خیر س، کو جس چیز کو اللہ تعالیٰ ظاہر فرمانا چاہتا ہے۔ ہم کو کیونکر چھپائیں؟ تو میں نے بالاپوش اتار کر پھینک دیا۔ (ہدایت السالکین، ص،۲۵۱)

## (واقعہ نمبر ۳)

ایک دفعہ زرخرید میں، پیروان غور، ایک مولوی صاحب پیروں کے گھرانے سے جاسوس اور معترض آیا تھا تو ایک ہفتہ گزارنے کے بعد حضور سیدی قطب الارشاد حضرت مولانا محمد ہاشم السمنگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس منکر اور معترض مولوی کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ مجھے ایک

شیشہ چاہیے جب ہم نے شیشہ حاضر کیا تو شیشے کو اپنے کندھوں مبارک اور دیوار کے درمیان رکھ کر فرمایا کہ شیشہ کو دیوار کے ساتھ میں نے اپنے کندھوں کے ذریعہ پکڑلیا ہے تو اگر میں خود تکلفاً اپنے کندھوں کو ہلادوں تو یہ شیشہ نیچے گرجائے گا اور اگر میرے لطائف کی حرکت تکلفاً نہیں بلکہ غیر اختیاری ہے تو شیشہ نیچے اپنی جگہ رہے گا تو انھوں نے ویسا ہی کیا اور شیشہ نہیں گرا پھر فرمایا کہ: اے منکر میرے لطیفہ سر کی غیر اختیاری حرکت دیکھ لو اور آو میرے لطیفہ سر پر ہاتھ رکھکر جتنا زور تمہارے اندر ہے صرف کرکے میرے لطیفہ سر کو روک کر دیکھو۔ اس مولوی نے ہاتھ رکھکر خوب زور لگا کر لطیفہ کو دبایا لیکن لطیفہ اسی طرح چلتا رہا یہاں تک کہ وہ مولوی لاجواب اور شرمندہ ہو گیا۔ (ہدایت السالکین، ص، ۲۵۱، ۲۵۲)

## ۱۸۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

اذ تمکن الذکر فی القلب دام ذکر العبد للہ عزوجل وان لم یذکرہ بلسانہ کلما دام العبد فی ذکر اللہ عزوجل دامت موافقتہ لہ و رضاہ بافعالہ۔

جب ذکر الٰہی قلب میں جگہ پکڑ لیتا ہے تو بندہ ہمیشہ اللہ عزوجل کا ذکر کرنے والا رہتا ہے اگر چہ وہ زبان سے اس کا ذکر نہ کرے۔ جب بندہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں رہتا ہے تو اس کی موافقت اور اللہ تعالیٰ کے افعال سے رضامند رہنا ہر وقت قائم رہتا ہے۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی، المجلس السادس عشر، ص، ۷۷، دار الریان للتراث، بیروت) (ص 197 فیوض غوث یزدانی)

## ۱۹۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی، حنبلی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۵۶۱ھ، فرماتے ہیں:

فھو یراکم من کان ذاکرا للہ عزّوجل بقلبہ فھو ذاکر و من لم یذکرہ بقلبہ فلیس بذاکرا

ترجمہ: وہ تم کو یقینا دیکھتا ہے جو شخص اللہ کا ذکر قلب سے کرے وہ حقیقی ذاکر ہے اور جو اس کا ذکر قلب سے نہ کرے وہ اس کا ذکر کرنے والا ہی نہیں۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی ،المجلس الثالث والعشرون،۱۰۴،دار الریان للتراث ،بیروت)(ص،۲۵۱فیوض غوث یزدانی)

**۲۰۔ شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی ، حنبلی ،رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی،۵۶۱،ھ ،فرماتے ہیں:**

ذکرہ بلسانہ و بقلبہ و فی اکثر اوقاتہ یکون قلبہ ذاکرا و لسانہ ساکنا۔

ترجمہ: مومن کا ذکر زبان و قلب دونوں سے ہوتا ہے اور اکثر اوقات میں اس کا قلب ذاکر ہوتا ہے اور زبان سکون میں۔(الفتح الربانی والفیض الرحمانی ،المجلس الثامن والاربعون،۱۹۴،دار الریان للتراث ،بیروت)(ص،۴۲۱یوض غوث یزدانی)

شیخ الجن والانس حضرت ابو محمد عبد القادر جیلانی ، حنبلی ،رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،متوفی،۵۶۱،ھ ،فرماتے ہیں:

ذکر اللسان بلا قلب لا کرامۃ ولا عزازۃ لك به الذکر ھو ذکر القلب والسر ثم ذکر اللسان اذا صح ذکر الحق عزّوجل للعبد ذکرہ الحق کما قال (فاذکرونی اذکرکم واشکرولی ولا تکفرون )اذکرہ حتی یذکرك اذکرہ حتی یحط الذکر عنك اوزارك تبقی خالیا عن وزر تصیر طاعۃ بلا معصیۃ۔

ترجمہ: بغیر قلب کے ذکر کے محض! زبانی ذکر میں نہ کوئی کرامت ہے اور نہ تیری کوئی عزت ۔ ذکر الٰہی قلب و باطن کا ذکر ہے پھر زبان کا ذکر جب کسی بندہ کا ذکر الٰہی! درست ہو جاتا ہے پس حق عزوجل اس کا ذکر کرتا ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو۔ تو خدا کا ذکر یہاں تک کر کہ وہ تیرا ذکر کرے تو اس کا ذکر یہاں تک کر کہ ذکر کی وجہ سے تیرے سب گناہ جھڑ جائیں تو گناہ سے خالی باقی رہ جائے اور طاعت بلا معصیت ہو جائے۔

(الفتح الربانی والفیض الرحمانی ،المجلس الثامن والخمسون،۲۵۰،دار الریان للتراث ،بیروت)(ص،۵۳۵یوض غوث یزدانی)

**۲۱۔ حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی طوسی ،شافعی ،قدس سرہ ،متوفی،۵۰۵،ھ فرماتے ہیں:**

وقال مجاهد في معنى قول الله تعالى ( من شر الوسواس الخناس ) قال هو منبسط على القلب فاذا ذكر الله تعالى خنس وانقبض واذا غفل انبسط على قلبه۔

امام مجاہد من شر الوسواس الخناس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شیطان دل پر پھیلا ہوا ہے جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ ڈر کے مارے سکڑ جاتا ہے اور جب غافل ہو جاتا ہے تو پھیلتا ہے۔(احیاء علوم الدین، کتاب شرح عجائب القلب، ج،۳، ص،۴۰، المکتبۃ التوفیقیۃ ،القاہرہ)(احیاء العلوم، جلد سوئم، ص ۵۶)

**لطائف سبعہ اوران کی حرکت کابیان:**

## ۲۲۔ حضرت علامہ شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

طریق مشغولی بذکر حق سبحانہ باتوجہ بلطائف سبعہ تادران حرکت ذکر پیدا شود ایست کہ اول بیست و پنج بار استغفار بخواند باز بارواح طیبہ بزرگان علیہم الرحمہ فاتحہ بخواند وبواسطہ آنہا از جناب الٰہی التجا وطلب فیض محبت ومعرفت کند وصورت شخص کہ ازو تلقین یافتہ روبروی دل حاضر نماید اول از لطیفہ قلب کہ زیر پستان چپ بہ فاصلہ دو انگشت مایل بہ پہلو است ذکر کند مفہوم اسم مبارک اللہ تعالی کہ ذاتی است بیچون سبحانہ در لحاظ داشتہ ونگہداشت خواطر گذشتہ وآیندہ توجہ بقلب کردہ توجہ دل بہمان مفہوم مقدس داشتہ بزبان خیال اسم مبارک اللہ اللہ بگوید ہر گاہ حرکت در دل پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است متوجہ شدہ بزبان خیال ذکر کند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بطرف سینہ بفاصلہ دو انگشت است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است بطرف وسط سینہ باز از لطیفہ اخفی کہ محل آن در عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محل آن در پیشانی است ذکر نماید باز از لطیفہ قالب توجہ بطرف تمام قالب نمودہ بزبان خیال اللہ اللہ بگوید تاکہ حرکت در لطیفہ قالب ظاہر گردد۔

ترجمہ: توجہ کے ساتھ لطائف سبعہ سے حق سبحانہ کے ذکر میں مشغول ہونے کا طریقہ تاکہ ان میں حرکت ذکر پیدا ہو جائے یہ ہے کہ پہلے پچیس بار استغفار پڑھے پھر بزرگوں کی ارواح پاک علیہم الرحمہ پر فاتحہ پڑھے اور ان کے وسیلہ سے جناب الٰہی میں درخواست کرے اور محبت و معرفت کا فیض طلب کرے اور جس شیخ سے تلقین پائی ہے اس کو دل کے روبرو حاضر کرے (پھر) اول

لطیفہ قلب سے جو کہ بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر پہلو کی طرف ہے (حق سبحانہ کا) ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک نام جو کہ ذاتی ہے، بیچون سبحانہ کو دھیان میں رکھ کر اور گذشتہ وآئندہ کے خواطر (دوسروں) سے بچتے ہوئے دل کی طرف توجہ کر کے دل میں اس مقدس مفہوم سے متوجہ رکھ کر خیال کی زبان سے اسم مبارک اللہ اللہ کہے۔ جب دل میں حرکت پیدا ہو جائے تو پھر لطیفہ روح سے جس کا محل دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے متوجہ ہو کر خیال کی زبان سے ذکر کرے۔ پھر لطیفہ سر سے جس کا محل بائیں پستان کے سامنے سینے کی طرف دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے جس کا محل دائیں پستان کے سامنے دو انگلی کے فاصلہ پر سینے کے وسط کی جانب پھر لطیفہ اخفی سے جس کا محل بالکل سینہ کے درمیان میں ہے پھر لطیفہ نفس سے جس کا محل پیشانی میں ہے ذکر کرے پھر لطیفہ قلب سے تمام قالب (تن) کی طرف توجہ کر کے زبان حال سے اللہ اللہ کہے تا کہ لطیفہ قلب میں ذکر جاری ہو جائے۔ (مکاتب شریفہ مکتوب نمبر دوہم ص ۱۴)

## ۲۳۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

گر جہر برای گرمی دل وشنیدن اشعار محبت باواز حزین بجہت غلبہ شوق گاہ گاہ واستماع قرآن مجید بحسن صوت دل را برقت وگداز می آرد اللہ تعالیٰ این پیر ضعیف وہمہ عزیزان را برین توشۃ عمل کرامت فرماید اول ذکر از دل باید نمود ومحل لطیفہ قلب زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت مایل بہ پہلو ست ہر گاہ حرکت ذکر در دل معلوم شود باز ذکر از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست مقابل پستان چپ بفاصلہ دو انگشت است ہر گاہ حرکت ذکر دریافت شود باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت بطرف وسط سینہ است باز از لطیفہ خفی کہ محلش برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت بطرف وسط سینہ است بازاء لطیفہ اخفی کہ محلش در عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محلش وسط پیشانی است باز از لطیفہ قالب کہ محل آن تمام بدن است ذکر می نمایند زبان بکام چسپانیدہ بدل وتوجہ دل بہ حضرت حق سبحانہ نمودہ واندیشہای گذشتہ وآیندہ از دل نگہداشتہ بزبان خیال اسم ذات اللہ اللہ می کنند وبعد چند بار ذکر بخیال خود می گویند خداوندا مقصود من توئی ورضائی تو خودہ ومعرفت خودہ ہر گاہ لطائف سبعہ ذاکر می شوند۔

ترجمہ: گرمی دل کے لئے ذکر جہر غلبہ شوق کے لئے غمگین آواز میں کبھی کبھار اشعار محبت سننا قرآن مجید کی تلاوت خوبصورت آواز میں سننا دل میں رقت اور گداز پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس

ضعیف بوڑھے اور تمام عزیزوں (عقیدت مندوں) کو اس تحریر پر عمل (کی توفیق) کرامت فرمائے۔ اول ذکر دل سے کرنا چاہئے۔ لطیفہ قلب کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) سے دو انگلی کے فاصلہ پر پہلو کی جانب ہے۔ جب ذکر کی حالت دل میں ظاہر ہو جائے پھر لطیفہ روح سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) دائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر ہے۔ جب ذکر کی حرکت (لطیفہ روح میں) ظاہر ہو جائے تو پھر لطیفہ سر سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) بائیں پستان (چھاتی) کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ خفی سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) دائیں پستان کے برابر دو انگلی کا فاصلہ پر سینے کے درمیان کی طرف ہے۔ پھر لطیفہ اخفیٰ سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) عین سینہ کے درمیان میں ہے۔ پھر لطیفہ نفس سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) پیشانی کے درمیان ہے پھر لطیفہ قالب سے ذکر کرے جس کا محل (جگہ) تمام بدن ہے۔ زبان کو تالو سے چپکائے رکھے (اور) توجہ دل کی طرف اور دل کو حق سبحانہ کی طرف متوجہ رکھے گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے دل کو محفوظ رکھ کر زبانِ خیال سے ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرتے رہیں اور (اس کے) بعد چند بار اپنے خیال میں کہیں: خداوندا! میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے اپنی محبت اور معرفت عطا فرما: سب لطائف سبعہ ذاکر ہو جائیں۔

(مکاتب شریفہ مکتوب: سیزدہم ص ۳۰)

## ۲۴۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوسرے مکتوب میں طریقہ نقشبندیہ کا طریقہ ذکر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

بیان طریقہ اول از لطیفہ قلب کہ محل آن زیر پستان چپ مائل بہ پہلو است ذکر اسم ذات اللہ اللہ نمایند تا کہ حرکت پر حلاوت پیدا شود باز از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست محاذی آن است ذکر میکنند باز از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت در وسط سینہ است باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست بفاصلہ دو انگشت در وسط سینہ است باز از لطیفہ اخفی کہ محل آن عین وسط سینہ است باز از لطیفہ نفس کہ محل آن پیشانی است باز از تمام بدن کہ آنرا سلطان الاذکار گویند دل را از خواطر گذشتہ وآیندہ نگاہداشتہ و توجہ بدل نمودہ ذکر می کنند باز نفی واثبات معمول است زبان را بکام چسپانیدہ ودم را زیر ناف بند نمودہ بزبان خیال کلمہ لا بدماغ رسانیدہ کلمہ الہ را بر دوش رسانیدہ الا اللہ بر دل ضرب می نمایند بطوری کہ گذر آن بر لطائف خمسہ افتد و معنی اینست کہ نیست ہیچ مقصود بجز ذات

وقت مشغولی اول بیست و پنج بار استغفار نمودہ وفاتحہ بزرگان خواندہ ذکر می نمایند ہر گاہ کیفیت پاک
و جمعیت پیدا می شود آنرا نگاہ میدارند واگر مستور شود باز ذکر می کنند۔

ترجمہ: طریقہ اول کا بیان لطیفہ قلب جس کی جگہ بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف ہے (اس سے) ذکر اسم ذات اللہ اللہ کرے، یہاں تک کہ حلاوت بھری حرکت پیدا ہو جائے اس کے بعد لطیفہ روح جس کی جگہ دائیں پستان کے نیچے اس کے برابر ہے (سے) ذکر کرتے ہیں۔ پھر لطیفہ سر جس کا محل بائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینہ کے وسط میں ہے پھر لطیفہ خفی جس کی جگہ دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر سینہ کے وسط میں ہے پھر لطیفہ اخفیٰ جس کی جگہ سینہ کے بالکل درمیان میں ہے پھر لطیفہ نفس جس کی جگہ پیشانی ہے پھر تمام بدن سے جسے سلطان الاذکار کہتے ہیں دل کو گذشتہ اور آئندہ کے وسوسوں سے محفوظ رکھ کر اور دل کی طرف توجہ کر کے ذکر کرتے ہیں پھر نفی واثبات کا معمول ہے۔ زبان کو تالو سے چپکا کر اور سانس کو ناف کے نیچے روک کر زبانِ خیال سے کلمہ لا کو دماغ تک پہنچا کر الا اللہ کی ضرب دل پر لگاتے ہیں۔ اس طرح کہ اس کا گزر لطائف خمسہ پر ہوتا ہے۔ معنیٰ یہ ہے کہ کوئی مقصود نہیں سوائے ذات پاک (اللہ سبحانہ و تعالیٰ) کے اس (عمل میں) مشغولی کے وقت اول پچیس بار استغفار کر کے اور (سلسلہ کے) بزرگوں کا فاتحہ پڑھنے کے بعد ذکر (لطائف) کرتے ہیں۔ جب کیفیت اور جمعیت پیدا ہو جائے تو اس کو نگاہ (میں) رکھتے ہیں اور اگر (وہ) مستور ہو جائے تو پھر (سے) ذکر کرتے ہیں۔

(مکاتب شریفہ مکتوب شصت و ششم ص ۷۳)

## ۲۵۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک اور مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ!

ذکر بر دو قسم است اول اسم ذات است طریقش آنکہ زبان بکام چپانیدہ وبزبان دل کہ محل آن زیر پستان چپ بفاصلہ دو انگشت است اسم مبارک اللہ را بگوید ومفہوم آن در لحاظ داشتہ کہ ذاتیست موصوف بصفات کاملہ ومنزہ از سمات ناقصہ کہ بران ایمان آوردہ ایم واین لحاظ را پرداخت وجود ہنی گویند در وقت ذکر حرکت در زبان وبدن پیدا نشود ودر تمام اوقات براین ذکر مواظبت نماید تا ل جاری شود پس از لطیفہ روح کہ محل آن زیر پستان راست بفاصلہ دو انگشت است ذکر نماید پس از لطیفہ سر کہ محل آن برابر پستان چپ کہ مائل بوسط سینہ بفاصلہ دو انگشت است ذکر نماید باز از لطیفہ خفی کہ محل آن برابر پستان راست است بفرق دو انگشت مائل بوسط سینہ ذکر کند باز از لطیفہ اخفیٰ کہ

محل آن در عین وسط سینہ است ذکر نماید تا آنکہ لطائف خمسہ جاری شوند بد کر باز از لطیفہ نفس کہ محل آن در وسط پیشانی است واز لطیفہ قالبیہ نیز ذکر اسم ذات معمول است۔

ترجمہ: ذکر کی دو قسمیں ہیں پہلی (قسم) اسم ذات ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کو تالو سے چپکا کر زبان دل سے جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے اسم مبارک اللہ کہے اور اس مفہوم کا لحاظ رکھے کہ اللہ وہ ذات ہے جو صفاتِ کاملہ سے موصوف اور سماتِ ناقصہ سے منزہ ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ اس (کا) لحاظ (رکھنے) کو وجودِ ذہنی کی مشغولیت کہتے ہیں۔ ذکر کے وقت تمام اوقات میں اس ذکر میں ہمیشہ لگا رہے۔ یہاں تک کہ دل جاری ہو جائے۔ پھر لطیفہ روح جس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلہ پر ہے سے ذکر کرے اس کے بعد لطیفہ سر جس کا مقام بائیں پستان کے برابر وسط سینہ کی دو انگلی کے فاصلہ پر ہے سے ذکر کرے پھر لطیفہ خفی جس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگلی کے فاصلہ پر وسط سینہ کی جانب ہے سے ذکر کرے اس کے بعد لطیفہ اخفی جس کا مقام عین سینہ کے وسط میں ذکر کرے، یہاں تک کہ پانچوں لطائف جاری ہو جائیں۔ پھر لطیفہ نفس جس کا مقام وسط پیشانی ہے اور لطیفہ قالبیہ سے بھی ذکر اسم ذات کرنے کا معمول ہے۔ (مکاتب شریفہ مکتوب نودم ص ۱۳۷)

**۲۶**۔ اے عزیز حرکت ظاہری نتیجہ حرکت معنوی است یعنی حرکت بدن علامت حرکت روح است و حرکت روح علامت حظ وذوق وشوق است از ندا الست بربکم روے نمودہ بود اے عزیز حظ روح در قلب اثر می کند واز قلب بقالب می رسد اعضا در حرکت می آیند و مرغ روح پرواز می کند و می خواہد کہ از قفس دامن گیر می گردد و قفس را نیز در حرکت و گردش می آرد رزقنا اللہ وایاکم بکرمہ ولطفہ لھذا النعمۃ۔

ترجمہ: اے عزیز حرکت ظاہری حرکت معنوی کا نتیجہ ہے یعنی حرکت بدن علامت حرکت روح ہے اور حرکت روح علامت ذوق وشوق وحظ الٰہی ہے کہ جو نداء الست بربکم سے نمودار ہوا۔ اے عزیز حظ روح قلب میں اثر کرتا ہے اور قلب سے قالب میں جاتا ہے اعضاء حرکت میں آ جاتے ہیں اور مرغ روح پرواز کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ قفس تن سے روح کو جدا کرے اور قفس کو بھی حرکت اور گردش میں لاتا ہے رزقنا اللہ وایاکم بکرمہ ولطفہ لھذا النعمۃ۔

(الہامات غوثیہ ص ۵۰)

## ۲۷۔ امام زین الاسلام عبد الکریم القشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ابتداء الذکر بالجوارح یجد العبد حرکۃ فی کل جوارحہ حتی لا یبقی جزء من لحمہ وعظمہ الا وفیہ حرکۃ واختلاج وتقوی الحرکات والاختلاجات حتی تصیر اصواتاً وکلمات تنبعث مسموعۃ من جمیع الجوارح والاجزاء۔ ماعدا اللسان لان اللسان لا ینطق فی مثل ھذہ الاحوال ویلازم العبد الترکیز فی ھذہ الھمۃ وھو یتیقن انہ لو لا حظ ھذہ الاذکار وطلب علیھا فانہ ینفی عنھا الی غیرھا ذلک لان الذکر قد وقع علی القلب صحیح انہ فی حال ذکر اللسان قد یکون للجوارح حرکات واختلاجات ولکنھا لیست علی ھذہ الدرجۃ من القوۃ والشمولیۃ۔

ترجمہ: جوارح کے ساتھ ذکر کی ابتداء کرنے سے بندہ تمام جوارح میں ایک حرکت کو پانے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ کوئی جزو بھی گوشت اور ہڈی سے باقی نہیں رہتا مگر اس میں حرکت اور اقشعرار ہوتا ہے جب حرکات اور اقشعرار قوی ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اصوات اور کلمات بن جاتے ہیں جو کہ نکلتی ہے سنانے کی طرح جمیع جوارح اور اجزاء سے ماسواء زبان کے اس لئے کہ زبان ان احوال میں نطق نہیں کرتی ہے اور بندہ لازم رکھتا ہے ہمت میں ثابت رہنے کو اور وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ اگر یہ ان اذکار کو ملاحظہ نہ کرے اور اس کے علم کو طلب کرے پس یہ اس سے دور ہو جائے گا اور غیر کی طرف چلا جائے گا اس لئے کہ ذکر تحقیق کے ساتھ قلب صحیح پروارد ہوتا ہے ذکر لسانی کے حال میں کبھی کبھار جوارح کیلئے حرکات اور اقشعرار ہوتی ہے لیکن وہ اس درجہ پر نہیں ہوتا قوت اور شمولیت سے۔

(ترتیب السلوک فی طریق اللہ تعالیٰ ص ۳۴)

## ۲۸۔ مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

(رشحہ) سئلہ مولانا بدر الدین المیدانی الذی کان من کبار اصحاب الشیخ حسن البلغاری ووجد صحبۃ عزیزان ایضاً: ان ذکر الکثیر الذی امرنا بہ من عند الحق سبحانہ حیث قال عز اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ (الاحزاب الآیۃ ۴۱) ھل ھو ذکر اللسان او ذکر القلب؟ فقال: ھو فی حق المبتدی ذکر اللسان وفی حق المنتھی ذکر القلب۔ فان المبتدی یتکلف فی الذکر دائماً ویتعمل ویبذل روحہ واما المنتھی فانہ اذا وصل اثر الذکر الی قلبہ یکون جمیع اعضائہ وجوارحہ وعروقہ ومفاصلہ ذاکرۃ فیتحقق ذاکراً فی ذلک الوقت بکونہ ذاکراً بالذکر الکثیر ویکون یرمہ الواحد فی ذلک الحال مساویاً لسنۃ غیرہ من رجال۔ ترجمہ: رشحہ ذکر کثیر:

شیخ بدر الدین میدانی جو شیخ حسن بلغاری رحمہ اللہ کے اکابر ساتھیوں میں سے ہیں اور انہوں نے حضرت عزیزان رحمہ اللہ کی صحبت کو بھی پایا ہے، نے آپ سے پوچھا کہ ہم حق سبحانہ کی طرف

سے جس ذکر کثیر پر مامور ہیں جیسا کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے اذکروا اللہ ذکرا کثیرا۔ (الاحزاب الآیۃ ۴۱) یعنی اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا کرو۔ یہ زبان کا ذکر ہے یا دل کا؟ حضرت عزیزان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مبتدی کیلئے زبان کا ذکر اور منتہی کیلئے دل کا ذکر ہے۔ مبتدی ہمیشہ تکلف و دشواری سے (ذکر) کرتا ہے اور سخت مشقت اٹھاتا ہے لیکن منتہی کے دل پر جب ذکر کا اثر پہنچتا ہے تو اس کے تمام اعضاء و جوارح اور رگیں اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں اور اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہو جاتا ہے اور اس حالت میں اس کا ایک روز کا کام دوسروں کے ایک سال کے کام کے برابر ہوتا ہے۔ (رشحات عین الحیات ص ۷۲)

۲۹۔ (رشحۃ) قال قدس سرہ: أن معنی قولھم: (إن اللہ ینظر فی الیوم واللیلۃ الی قلب المؤمن بنظر الرحمۃ ثلاث مائۃ وستین نظرۃ) ھوان للقلب ثلاث مائۃ وستین روزنۃ الی جمیع الاعضاء وھی عبارۃ عن ثلاث مائۃ وستین عرقا فی البدن من الاوردۃ والشرایین متصلۃ بالقلب فاذا تأثر القلب من الذکر وبلغ مرتبۃ الکون منظورا إلیہ بنظر خاص من الحق سبحانہ ۔تنشعب حینئذ آثار ذلک النظر من القلب الی جمیع الاعضاء حتی یشتغل کل عضو من الاعضاء بطاعۃ لائقۃ بحالہ فیصل الفیض الحاصل من تلک الطاعۃ الی القلب وذلک الفیض ھو المراد بنظر الرحمۃ۔

رشحہ: ذکر دل:

آپ فرماتے تھے کہ اس بات کا مطلب کہ حضرت حق سبحانہ ہر رات اور دن میں تین سو ساٹھ مرتبہ مومن بندے کے دل پر نظر رحمت فرماتا ہے یہ ہے کہ دل تمام اعضاء کی جانب تین سو ساٹھ دریچے رکھتا ہے اور وہ دل سے متصل تین سو ساٹھ رگیں ہیں جو رگیں اور شریانیں ہیں۔ جب دل ذکر سے متاثر ہوتا ہے تو اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہ کی نظر خاص کا منظور بن جاتا ہے اور اس نظر کے آثار دل سے سب اعضاء کی طرف پھیل جاتے ہیں۔ پھر ہر عضو اپنے حال کے مطابق ایک طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے اور اس طاعت کے نور سے ہر عضو سے ایک فیض جس سے مراد نظر رحمت ہے، دل کو پہنچتا ہے۔ (رشحات عین الحیات ص ۷۲)

## ۳۰۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

شیخ تمام باتوں سے خالی ہو اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا القا مرید پر منظور ہو متوجہ ہو اور توجہ قلبی مرید کی طرف مائل کرے کہ میری کیفیت جذب مرید میں اثر کر رہی ہے خیال کرے انشاء اللہ حسب استعداد نور برکتیں حاصل ہوں گی اور لطیفہ قلب کے جاری کرنے کے بعد

...ف، بتدریجا توجہ کرے اور اسی طرح انوار مراقبات ولطائف کے القا میں توجہ کرے اور اگر موجود نہ ہو تو اس کی صورت کا تصور کر کے غائبانہ توجہ کرے اور اسے فائدہ پہنچائے۔
(کلیات امدادیہ ص ۵۴ دار الاشاعت)

## ذکر دینے اور توجہ کرنے کا طریقہ اقوال مشائخ کی روشنی میں:

### حضرت علامہ مولوی شاہ غوث محمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

شیخ یدہ علی قلب المرید تحت الثدی الایسر بفاصلۃ اصبعیہ ویلقنہ ذکر اسم الذات۔
کہ شیخ اپنا ہاتھ مرید کے قلب پر رکھے جو کہ الٹی طرف پستان کے دو انگلی کے فاصلے پر نیچے واقع ہے اسے اسم ذات کی تلقین کرے۔ (طریقۃ الراشدین حجۃ المسترشدین ص ۹۲)

### حضرت علامہ الحاج فقیر اللہ ابن عبد الرحمن الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علامات جریان الذکر القلبی ھو ان یرجع الی القلب بعد النوم ویجد قلبہ فی مقام الذکر وقد تحرک فالقلب من غیر اختیارہ ومنھا ان یستمع ھو فقط من قلبہ صوت الذکر وقد یسمع غیرہ۔
ذکر قلبی کے جاری ہونے کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ یہ شخص نیند کے بعد جب قلب کی طرف رجوع کر لیتا ہے اور قلب کو مقام ذکر میں پالیتا ہے اور اس کا قلب حرکت کرتا ہے قلب کے ساتھ بغیر اختیار کے اور ایک علامت یہ ہے کہ یہ اپنے قلب سے ذکر کی آواز خود سنتا ہے اور کبھی کبھار غیر بھی سنتا ہے۔ (قطب الارشاد ص ۵۶۱)

### مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

فی (فصل الخطاب) أن کیفیۃ اشتغال خواجہ عبد الخالق الغجدوانی حجۃ فی الحقیقۃ ومقبولۃ عند جمیع الفرق کان قدس سرہ مداوما علی طریق الصدق والصفاء ومتابعۃ الشریعۃ وسنۃ نبینا محمد المصطفیٰ ﷺ ومجانبا للنفس وھواھا وکان یستر سیرتہ السنیۃ عن نظر الاغیار تلقن الذکر القلبی ایام صباہ عن الخضر علیہ السلام فکان یواظب علی الذکر المذکور وقبلہ حضرۃ الخضر علیہ السلام للوالدیۃ وامرہ بان یغوص فی الحوض وان یقول بقلبہ تحت الماء لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ففعلہ الخواجہ وأخذ منہ ذلک واشتغل بہ ھنالک ففتح لہ من الفتوح والترقیات فوق ادراک المدارک۔
کتاب فصل الخطاب میں آیا ہے کہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کی روش طریقت میں حجت ہے اور تمام سلاسل میں مقبول ہے۔ آپ ہمیشہ صدق وصفا کے راستے میں اور حضرت

محمد مصطفی ﷺ کی شریعت و سنت کی پیروی اور بدعت و خواہش نفس کے اجتناب و مخالفت میں کوشاں رہے ہیں اور اپنی پاکیزہ روش کو غیروں کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔ آپ نے جوانی میں حضرت خضر علیہ السلام سے ذکر قلبی کی تعلیم پائی ہے اور اس سبق پر ہمیشہ قائم رہے ہیں۔ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے ان کو فرزندی میں قبول فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ پانی کے حوض میں داخل ہو اور غوطہ لگاؤ اور دل میں کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ خواجہ نے اسی طرح کیا ہے اور سبق کو حاصل کیا ہے اور کام میں مشغول ہو گئے اور کشادگیاں پائیں اور اول سے آخر تک آپ کے روزگار کا حال تمام خلقت کے ہاں مقبول و محبوب تھا۔ (رشحات عین الحیات ص ۵۴)

نوٹ: بزرگان دین کے ان اقوال و کیفیات سے معلوم ہوا کہ قلب اور اسی طرح دیگر لطائف جاری ہوتے ہیں اللہ کے ذکر کے ساتھ مشائخ کی توجہات کی برکات سے قلب و دیگر لطائف اللہ کے ذکر میں جاری ہوتے ہیں اور جاری ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ ان کا دل تیز حرکت کرتا ہے۔ کبھی اس ذکر کی آواز کو وہ خود سنتے ہیں اور کبھی دیگر لوگ بھی سنتے ہیں۔

## ۳۴۔ حضرت غوث الاسلام والمسلمین شاہ غلام عبد اللہ المجددی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اما تفضلات الٰہی بے توقف بحال بندہ توجہ فرمودن لطائف خمسہ من بذکر اسم ذات گویا گردید و این از خصائص ایشان است کہ بیک توجہ شریفہ لطائف خمسہ جاری بذکر الٰہی مے شود۔

ترجمہ: فقیر کے حال کو نہ دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے موافق ان کا توجہ فرمانا جس سے میرے پانچوں لطائف ذاکر ہوئے ان کی (میرے شیخ کی) خصوصیات میں سے ہے کہ ان کی ایک توجہ سے پانچوں لطائف ذکر الٰہی کے ساتھ جاری ہو جاتے ہیں۔ (مقامات مظہریہ ص ۲۷)

## ۳۵۔ تاج العرفا قطب اولیا عاشق اللہ جناب میر سید عبد الخالق نقشبندی فرماتے ہیں

می باید کہ شیخ بزرگوار دست مبارک خود را بالای لطیفہ قلب مرید بنہد بضرب شدید از قلب خود بقلب مرید توجہ نماید برای القا نور چنین نیت کند کہ الٰہی نور قلب پیران کبار کہ بقلب من عاجز خاکسار رسانیدہ بقلب این طالب برسان و قلب مرید از یک توجہ یا دو سہ بہ حرکت می آید و زندہ می شود و علامت زندہ شدن دل وجد و رقص و اضطراب است چونکہ دل بحرکت آید زندہ شود آن را فتح الباب گویند و بسیار مبارک است باید کہ برادران طریقت مبارک گویند۔

ترجمہ: چاہیئے کہ شیخ بزرگوار اپنے ہاتھ مبارک کو مرید کے قلب پر رکھے اور پوری قوت کے ساتھ اپنے قلب سے مرید کے قلب کی طرف توجہ کرے القائے نور کی خاطر اسی طریقے سے نیت کرے کہ اے باری تعالیٰ پیران کبار کے قلوب کے وہ انوار جو اس خاکسار عاجز کے قلب تک پہنچے ہیں اس طالب کے قلب تک پہنچادے اور مرید کا قلب (دل) ایک توجہ یا دو یا تین سے حرکت میں آجائیگا اور وہ قلب زندہ ہو جائے گا اور دل کے زندہ ہونے کی علامت وجد و رقص و اضطراب ہے جب دل حرکت کرنے لگ جائے تو زندہ ہو جاتا ہے تو اسے صوفیاء کے نزدیک فتح الباب کہتے ہیں اور یہ بہت زیادہ مبارک ہے (یعنی دل کا زندہ ہو جانا اور حرکت کرنے لگ جانا صوفیاء کی توجہات کی برکت سے) چاہیئے کہ طریقت کے پیر بھائی اسے مبارکبا دیں۔

(مجمع الدوائر بمع جامع الاسرار والانوار ص ۷)

فائدہ: حضرت مجدد رحمہ اللہ نے اسی لئے فرمایا کہ جو سفر ہم نے طے کرنا ہے وہ سات قدم ہے یعنی جب انسان کے سات لطائف ذاکر ہو جاتے ہیں تو انسان عارف ہو جاتا ہے۔ ہاں ہر شخص کی معرفت کی مقدار اس کے حال کے مطابق کم و زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ (مقام افسوس یہ ہے کہ جو چیز طریقت کی اصل ہے لوگ اس کو نہ صرف چھوڑ چکے ہیں بلکہ اس کو درست تسلیم کرنے کو بھی تیار نہیں سیفی عفی عنہ۔)

## ۳۔ حضرت علامہ بدرالدین مجددی سرہندی قدس اللہ سرہ لکھتے ہیں:

درویشے بخدمت آنحضرت رسید، دل او چنان ذاکر شدہ بود کہ ہمنشین او استماع می نمود، لاسیما چون بخواب رفتے تا دور مسموع گشتے و از بعضے مشائخ عصر خلافت داشت و از حضرت ایشان نیز توقع این یعنی وے را بود۔ حضرت ایشان فرمودند کہ مرد صاحب استعداد است، ما استیلائے ذکر و خلافت مشائخ وے را در عجب و پندار داشتہ، راہ ترقی مسدود ساختہ است معالجہ او سلب این حال ست۔ دو روز گذشتہ بود کہ آن حال را از وے سلب کردند۔ حیران شد و می نالید و اشک حسرت از چشمش می بارید۔ دو روز بحال وے توجہ نہ کردند۔ تا عجب و پندار از سر وے بدر رفت۔ بعد ازان در خلوت طلبیدہ معاملات و مقامات وے را نواختند کہ آن ذکر نسبت بآن زینہ اول ہم نمی تواند بود و وے بنقص نسبت سابق معترف گردید۔

ترجمہ: ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا دل ایسا ذاکر تھا کہ اس کے قریب بیٹھنے والا بھی سن لیتا تھا اور بالخصوص جب وہ سو جاتا تھا تو دور سے سنائی دیتا تھا اور وہ کئی مشائخ سے خلافت حاصل کر چکا تھا اور آپ سے بھی اسے یہی توقع تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص صاحب استعداد ہے لیکن ذکر کے غلبے اور مشائخ کی خلافت نے اسے غرور اور خود پسندی میں مبتلا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے اس کی ترقی کا راستہ بند ہو گیا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اس کی کیفیت سلب کر لی جائے چنانچہ دو روز نہ گزرے ہوں گے کہ اس کی یہ کیفیت سلب کر دی گئی وہ حیران ہو گیا، روتا تھا اور اس کی آنکھوں سے حسرت ٹپکتی تھی، آپ نے چند دنوں تک اس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور اس طرح اس کا غرور اور خود پسندی دور ہو گئی اس کے بعد اس کے بعد اپ نے خلوت میں طلب فرما کر معاملات اور مقامات سے نوازا کہ اس کا پہلا ذکر ان معاملات کے مقابلے میں پہلی سیڑھی کی حیثیت بھی نہیں رکھتا تھا پھر وہ اپنی پہلی حالت کے نقص کا معترف ہوا۔

(حضرات القدس ج ۲ ص ۱۷۳)

**۳۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:**

پیر دل مردہ را زندہ گردانیدہ است و بہ مشاہدہ و مکاشفہ رسانیدہ (است) نزد عوام، احیای جسدی، عظیم الشان است و نزد خواص، احیای قلبی و روحی، برہان رفیع الشان است (خواجہ محمد پارسا)۔ قدس سرہ، در رسالہ (قدسیہ) می فرماید کہ احیای جسدی پیش اکثر مردم چون اعتبار داشت، اہل اللہ از آن احیا اعراض نمودہ بہ احیای روحی پرداختہ اند و متوجہ احیای دل مردۂ طالب گشتہ اند والحق کہ احیای جسدی نسبت بہ احیای قلبی، کالمطروح فی الطریق است و نظر بہ این، داخل عبث چہ، این احیا سبب حیات چند روزہ است و آن احیا، وسیلہ حیات دائمی است، بلکہ گوییم کہ فی الحقیقت وجود اہل اللہ کرامتی است از کرامات و دعوت ایشان مر خلق را بہ حق۔ جل سلطانہ۔ رحمتی است از رحمت ہای حق۔ جل سلطانہ۔ واحیای قلوب اموات، اینی است از آیت ہای عظمیٰ۔ ایشان امان ارض اند و غنیمت روزگارند (بہم یمطرون و بہم یرزقون) در شان شان است کلام شان دواست و نظر شان شفا۔ ھم جلساء اللہ وھم قوم لا یشقیٰ جلیسھم ولا یخیب انیسھم۔

ترجمہ: کہ جسم کو زندہ کرنا دل کو زندہ کرنے کی نسبت بالکل بے کار چیز ہے۔ اور اس پر نگاہ ڈالنا بھی عبث ہے۔ کیونکہ جسمانی چند روزہ زندگی کا سبب ہے۔ اور قلبی زندگی حیات دائمی کا وسیلہ ہے۔

بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ فی الحقیقت اللہ والوں کا وجود بذات خود کرامات میں سے ایک کرامت ہے۔
اور ان کا لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف دعوت دنیا اللہ تعالیٰ کے رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے۔
اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ یہ لوگ زمین
والوں کے لئے امان ہیں۔ اور زمانے کے لئے غنیمت ہے۔ بھم یرزقون و بھم یمطرون (انہیں کے
ذریعہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے۔ اور انہیں کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں) انہی کی شان میں ہے
ان کی گفتگو دوا ہے۔ اور ان کی نظر شفا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم جلیس ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں۔
جن کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔ اور نہ ان سے دوستی رکھنے والا نامراد ہوتا ہے۔
(مکتوبات امام ربانی، جلد ۲، مکتوب ۹۲)

فائدہ: لطیفۂ قلب جاری ہونے کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سالک کا دل نفسانی خواہشات کی بجائے
محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے، غفلت دور ہو اور شریعت مطہرہ کے مطابق عمل کرنیکا شوق
پیدا ہو۔ ذکر جاری ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسکا دل حرکت کرنے لگے یا اسے کشف
ہونے لگے بلکہ سالک کا اول و آخر مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہیئے نہ کہ کشف و کیفیات کا حصول۔

## ۳۸۔ مولانا سید عبد المالک نقشبندی مجددی لکھتے ہیں۔

تشریح: مکتوب نمبر ۱۱۵ میں بیان ہو چکا ہے کہ مشائخ نقشبندیہ نے سیر و سلوک کی ابتداء قلب سے کی
ہے اور آغاز سلوک میں قلب پر تجلی افعال کا اثر پڑتا ہے تو شیخ کامل کے باطن کی وساطت سے تجلی افعال
کے اثرات سالک کے قلب پر پڑتے ہیں تو اس کا قلب ان کا احساس کرنے لگتا ہے اس احساس
کے اثرات میں قلب کی حرکات میں اضافہ، درد، حرارت اور خوشی کا محسوس ہونا ہے اور یہ محسوسات
ذکر قلبی کی علامت ہیں نیز لطیفہ روح پر بھی یہی علامت ظاہر ہوتی ہیں لیکن ایک سالک حقیقی کو یہ بات
ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ یہ احساسات تصوف کا مقصود و مطلوب نہیں ہیں کہ سالک انہیں پر خوش
ہوتا رہے اور آگے نہ بڑھے۔ (شرح مکتوبات حضرت امام ربانی مسمی بہ دار المعرفت ص ۳۶۰ ج ۲)

### دوران ذکر بدن اور ہاتھ وغیرہ کی حرکت کے دلائل:

۔ فضیلۃ الشیخ العارف باللہ عبد القادر عیسی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:
الحركة في الذكر أمر مستحسن، لأنها تنشط الجسم لعبادة الذكر وهي جائزة شرعاً
بدليل ما أخرجه الإمام أحمد في مسنده والحافظ المقدسي برجال الصحيح من حديث

أنس رضى الله عنه قال: (كانت الحبشة يرقصون بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ويقولون بكلام لهم: محمد عبد صالح. فقال صلى الله عليه وسلم: "ماذا يقولون؟" فقيل: إنهم يقولون: محمد عبد صالح. فلما رآهم فى تلك الحالة لم ينكر عليهم، وأقرهم على ذلك. والمعلوم أن الأحكام الشرعية تؤخذ من قوله صلى الله عليه وسلم وفعله وتقريره. فلما أقرهم على فعلهم ولم ينكر عليهم تبين أن هذا جائز.

وفى الحديث دليل على صحة الجمع بين الاهتزاز المباح ومدح رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأن الاهتزاز بالذكر لا يُسمى رقصاً محرماً، بل هو جائز لأنه ينشط الجسم للذكر. ويساعد على حضور القلب مع الله تعالى؛ إذا صحت النية. فالأمور بمقاصدها وإنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرىء ما نوى.

ولنستمع إلى الإمام على رضى الله عنه كيف يصف أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم قال أبو أراكة: (صلّيتُ مع على صلاة الفجر. فلما انفتل عن يمينه مكث كأنّ عليه كآبة. حتى إذا كانت الشمس على حائط المسجد قيد رمح صلى ركعتين، ثم قلب يده فقال: والله لقد رأيت أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فما أرى اليوم شيئاً يشبههم. لقد كانوا يصبحون صفراً شعثاً غبراً، بين أيديهم كأمثال رُكب المِعْزى قد باتوا لله سجداً وقياماً، يتلون كتاب الله يتراوحون بين جباههم وأقدامهم. فإذا أصبحوا فذكروا الله مادوا [أى تحركوا] كما يميد الشجر فى يوم الريح، وهملت أعينهم حتى تَنْبَلَّ. والله. ثيابُهم)

["البداية والنهاية فى التاريخ" للإمام الحافظ المفسر المؤرخ إسماعيل بن كثير القرشى الدمشقى المتوفى 774هـ. ج8/ص6. وأخرجه أيضاً أبو نعيم فى "الحلية" ج1/ص76].

ويهمنا من عبارة الإمام على رضى الله عنه قوله: (مادوا كما يميد الشجر فى يوم الريح) فإنك تجده صريحاً فى الاهتزاز. ويُبطل قولَ من يدّعى أنه بدعة محرمة. ويثبت إباحة الحركة فى الذكر مطلقاً

وقد استدل الشيخ عبد الغنى النابلسى رحمه الله بهذا الحديث فى إحدى رسائله على ندب الاهتزاز بالذكر. وقال: هذا صريح بأن الصحابة رضى الله عنهم كانوا يتحركون

حرکۃ شدیدۃ فی الذکر. علی أن الرجل غیر مؤاخذ حین یتحرک ویقوم ویقعد علی أی نوع کان حیث إنہ لم یأت بمعصیۃ ولم یقصدھا

## ذکر میں حرکت:

ترجمہ: ذکر میں حرکت امر مستحسن ہے کیونکہ یہ بدن کو ذکر کیلئے چست کرتی ہے اور اس کی دلیل امام احمد اور حافظ مقدسی کی روایت کردہ حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حبشی لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رقص کر رہے تھے اور اپنی زبان میں کہہ رہے ہیں: "محمد ﷺ نیک بندے ہیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا کہہ رہے تھے عرض کی گئی کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے صالح بندے ہیں۔ جب آپ ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو ناپسند نہیں فرمایا: اور ان کے اس فعل کو ثابت رکھا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ احکام شرعیہ نبی کریم ﷺ کے قول فعل اور تقریر سے ماخوذ ہیں جب آپ ﷺ نے ان کے فعل کو ثابت رکھا اور اس کو ناپسند نہ کیا تو ثابت یہ ہوا کہ یہ فعل جائز ہے۔ اس حدیث پاک میں جھوم جھوم کر نعت رسول ﷺ پڑھنے کی دلیل ہے۔ حرکت ذکر کو رقص کا نام نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ جسم کو ذکر کیلئے چست کرتی ہے۔ اور دورانِ ذکر حضوری قلب کا باعث ہے لیکن شرط یہ ہے کہ بندے کی نیت صحیح ہو کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق اجر ملتا ہے۔

حضرت ابو اراکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ دائیں طرف متوجہ ہوئے اور کچھ دیر بیٹھے رہے۔ آپ کے چہرے پر رنجیدگی کے آثار نمایاں تھے۔ پھر جب سورج ایک نیزے کی مقدار بلند ہوا تو دو رکعتیں ادا کیں۔ اور اپنے ہاتھوں کو ملنے لگے پھر ارشاد فرمایا:

"میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا ہے لیکن آج کوئی بھی ان کی مثل نظر نہیں آتا۔ بوقت صبح ان کے رنگ پیلے اور بال بکھرے اور گرد آلود ہوتے۔ رات بھر اللہ کے حضور سجود و قیام میں رہتے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور سجود و قیام سے تسکین اور راحت حاصل کرتے۔ علی الصبح ذکر الٰہی کرتے اور اس طرح حرکت کرتے جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتا ہے۔ ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو رواں ہوتے کہ قسم بخدا ان کے کپڑے تر ہو جاتے۔"

اس ساری عبارت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جملہ "مادوا کما یمید الشجر فی یوم الریح، وھملت اعینھم حتی تنبل واللہ ثیابھم" قابل توجہ ہے کیونکہ یہ دورانِ ذکر جذب و حرکت پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ اور جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ دورانِ ذکر حرکت کرنا بدعت محرمہ ہے ان کے دعوی کو باطل کرتا ہے اور مطلقاً ذکر میں حرکت کی اباحت کو ثابت کرتا ہے۔

شیخ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث سے اپنے ایک رسالے میں دورانِ ذکر حرکت کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دورانِ ذکر سخت حرکت کیا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دورانِ ذکر اگر کوئی شخص حرکت کرتا ہے، بیٹھتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نہ تو اس نے معصیت کا ارتکاب کیا ہے اور نہ ہی اس کا قصد کیا۔ [والخلاصۃ:

یُفھم مما سبق أن الحرکۃ فی الذکر مباحۃ شرعاً. ھذا بالإضافۃ إلی أن الأمر بالذکر مطلق یشمل جمیع الأحوال، فمن ذکر اللہ تعالی قاعداً أو قائماً. جالساً أو ماشیاً متحرکاً أو ساکناً... فقد قام بالمطلوب ونفّذ الأمر الإلھی. فالذی یدّعی تحریم الحرکۃ فی الذکر أو کراھتھا ھو المطالَب بالدلیل، لأنہ یخصص بعض الحالات المطلقۃ دون بعض بحکم خاص

ترجمہ: خلاصہ بحث: یہ ہے کہ ذکر میں حرکت شرعاً مباح ہے۔ مزید براں یہ کہ ذکر کا حکم مطلق ہے اور تمام احوال کو شامل ہے جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر بیٹھے ہوئے، کھڑے ہوئے، چلتے ہوئے، جھومتے ہوئے اور بحالت سکون کیا، وہ امرِ الٰہی کو بجا لایا۔ اور جو شخص دورانِ ذکر وجد و جذب کی حرمت کا دعوی کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ دلیل پیش کرے۔ کیونکہ وہ مطلق حکم کو بلا دلیل مقید کرنا چاہتا ہے۔

(حقائق عن التصوف ص ۱۵۷)

الشیخ عبد الرحمن بن ابو بکر القادری فرماتے ہیں:

یقول الشیخ جمال الدین عبد اللہ بن حسام الدین أسد اباذی: وھذا صریح علی أن الصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین کانوا یتحرکون فی الذکر حرکۃ شدیدۃ یمیناً وشمالاً. لأنہ شبہ حرکتھم بحرکۃ الشجر یوم الریح. ومن المعلوم أن الشجر فی یوم الریح یتحرک حرکۃ شدیدۃ. فثبت مطلقاً إباحۃ المیلان بھذا الأثر.

ترجمہ: شیخ جمال الدین عبد اللہ بن حسام الدین اسد آبادی کہتے ہیں کہ یہ دلیل صریح ہے اس بات پر کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ذکر میں حرکت کیا کرتے تھے حرکت شدیدہ کے ساتھ دائیں اور بائیں اسی لئے ان کی حرکت کو تشبیہ دی درخت کی حرکت کے ساتھ سخت اور تیز ہوا میں اور یہ بات معلوم ہے کہ درخت تیز ہوا میں حرکت شدیدہ کے ساتھ حرکت کرتے ہیں (پس مطلقاً ثابت ہوا اس اثر کے میلان کی طرف مطلقاً حرکت کرنا ثابت ہوا۔)

(مخطوطہ تحفۃ العباد وادلۃ الاوراد ص ۱۴۵)

امام القشیری فرماتے ہیں:

إشارة مشائخ الصوفية إلى جواز الحركة في الذكر يقول الشيخ أبو علي الدقاق: الحركة بركة. حركات الظواهر توجب بركات السرائر.

ترجمہ: ذکر میں حرکت کے جواز کی طرف مشائخ وصوفیاء نے اشارہ کیا ہے۔ شیخ ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ حرکت میں برکت ہے۔ ظاہر کی حرکات اسرار کی برکات کو واجب کرتی ہیں۔

(الامام القشیری الرسالۃ القشیریۃ ص ۵۲)

الشیخ عبد الرحمن بن ابی بکر القادری فرماتے ہیں:

أشار بعض العلماء إلى أن الحكمة في رفع اليدين في التكبير من الصلاة: إشارة إلى التبري مما سوى الله تعالى وإلقائه وراء ظهره. فان قيل: هذا الرفع مأثور. وحركة الذكر غير مأثورة. قيل: ما كل ما لم يرد فيه نص مردود على فاعله البتة. وإنما ما لم يرد فيه نص ووافق أصول الشريعة قبلناه. لكن هذا فيه نص وقد سلف من حديث علي. ويقول: قال والدي (قدس الله تعالى روحه): ولم يرد عنه نهي عن الحركة في الذكر. ولو كان فيها كراهة لبينها لأمته في ما ورد عنه.

ترجمہ: بعض علماء نے اشارہ کیا اس بات کی طرف کہ تکبیر افتتاح میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ماسوا اللہ کے چھٹکارہ مل جائے اور ماسوا اللہ کو پیٹھ پیچھے گرا دے اگر کہا جائے کہ یہ رفع الیدین ماثور ہے اور حرکت ذکر غیر ماثور ہے تو کہا گیا ہے کہ ہر وہ جس میں نص وارد نہ ہو تو وہ مردود ہے اس کرنے والے پر خواہ مخواہ اور جس میں نص وارد نہ ہو اصول الشریعہ کے موافق ہو تو ہم اس کو قبول کریں گے لیکن ذکر کی حرکت میں نص ہے جو کہ حدیث علی سے ثابت ہے اور کہتے ہیں کہ

میرے والد صاحب کہتے تھے کہ حرکت فی الذکر میں منع وارد نہیں ہے اگر اس میں کراہت ہوتی تو امت کیلئے بیان کرتے جو وارد ہوا ہے۔

(مخطوطہ تحفۃ العباد وادلۃ الاوراد ص ۴۵ ب)

کسی بھی مسئلہ کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے یا فتویٰ دیتے ہوئے احتیاط کا بیان:

اصول الافتاء:

اخرج ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ بسندہ الی عقبۃ بن مسلم قال صحبت ابن عمر اربعۃ وثلاثین شهرا افکثیرا ما کان یسئل فیقول: لا ادری ثم یلتفت الی فیقول: اتدری ما یرید هولاء؟ یریدون ان یجعلوا ظهورنا جسر الهم الی جهنم۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ص ۳۱۶ رقم ۸۹۹)

ترجمہ: ابن عبد البر نے اپنی سند کے ساتھ عقبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چونتیس ماہ صحبت اختیار کی تو بہت مرتبہ ان سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ مجھے علم نہیں تو میری طرف دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری پیٹھ ان کیلئے جہنم کا پل بن جائے۔

فائدہ: عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اتنی جلیل القدر ہستی صحابی رسول ﷺ ہونے کے باوجود بہت دفعہ پوچھے گئے سوال کے جواب میں فرماتے کہ مجھے (اس کا) علم نہیں۔

اخرج الخطیب بسندہ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: لقد رأیت ثلاثمائۃ من اهل بدر ما منهم من احد الا وهو یحب ان یکفیہ صاحبہ الفتوی۔

ترجمہ: خطیب بغدادی اپنی سند کے ساتھ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تین سو بدری صحابہ کرام کو دیکھا ان میں سے ہر ایک چاہتا تھا کہ کوئی اور انکی جگہ فتویٰ دیکر انکی خلاصہ کروا دیں۔

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بدری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علم کے بارے میں کتنی احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

عن عطاء بن السائب قال: ادرکت اقواما ان کان احدهم یسال عن الشیء فیتکلم وانہ یرعد۔

ترجمہ: عطاء بن سائب سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی قوم پائی کہ اگر ان میں سے کسی ایک سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو وہ بات کرتے ہوئے کانپنے لگتے تھے۔

وعن الاشعث عن محمد ابن سیرین قال: کان اذا سئل عن شیء من الفقہ، الحلال والحرام تغیر لونہ وتبدل حتی کانہ لیس بالذی کان۔

ترجمہ: اشعث محمد ابن سیرین سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ جب ان سے فقہ کے حوالے سے حلال اور حرام کے متعلق پوچھا جاتا تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا اور بدل جاتا یہاں تک کہ وہ گھریا وہ، وہ نہیں رہا۔

عن احد تلامذۃ الامام مالک رحمۃ اللہ علیہ قال: واللہ ان کان مالک اذا سئل عن مسالۃ کانہ واقف بین الجنۃ والنار۔

ترجمہ: امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم امام مالک سے جب کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو ان کا حال یہ ہوتا گویا کہ وہ جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا ہو۔

عن محمد بن واسع قال: اول من یدعی الی الحساب یوم القیامۃ الفقہاء۔

ترجمہ: محمد بن واسع سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ بروز قیامت جس کو سب سے پہلے حساب کیلئے بلایا جائے گا تو وہ علماء ہونگے۔

وعن سفیان بن عیینۃ رحمۃ اللہ علیہ قال: یغفر للجاھل سبعون ذنبا قبل ان یغفر للعالم ذنب واحد۔

ترجمہ: سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جاہل کے ستر گناہ بخش دیئے جائیں گے اس سے پہلے کہ عالم کا ایک گناہ بخشا جائے۔

ذکر النووی رحمۃ اللہ علیہ عن ابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم قالا: من افتی عن کل ما یسال فھو مجنون۔ (سنن الدارمی المقدمۃ باب ۱:۵۶۲۱)

ترجمہ: امام نووی نے ذکر فرمایا ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے آپ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس نے فتویٰ دیا ہر اس مسئلے کا جو اس سے پوچھا جائے تو وہ دیوانہ ہے۔

قال ابن مهدی: سأل رجل مالکاً عن مسالۃ وذکر انہ ارسل فیہا من مسیر ستۃ اشہر من المغرب۔ فقال لہ: اخبر الزی ارسلک انہ لا علم لی بہا۔ قال ومن یعلمہا قال من علمہ اللہ وسالہ رجل عن مسالہ استودعہ ایاہا اہل المغرب فقال ما ادری ما ابتلینا بہذہ المسالۃ فی بلدنا ولا سمعنا احدا من اشیاخنا تکلم بہا ولکن تعود فلما کان من الغد جاء ہ وقد حمل ثقلہ علی بغلۃ یقودہا۔ فقال مسالتی! فقال ما دری ما ھی۔ فقال الرجل: یا ابا عبد اللہ ترکت خلفی من یقول لیس علی وجہ الارض اعلم منک فقال مالک غیر مستوحش اذا رجعت فاخبرہم انی لا احسن۔

ترجمہ: ابن مہدی کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا اور انہوں نے ذکر کیا کہ اس کو اس مسئلے میں مغرب سے بھیجا گیا ہے جو کہ چھ ماہ پیدل کی مسافت پر ہے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے آپ کو بھیجا اس جا کر خبر دے دیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس مسئلہ کے بارے میں علم نہیں تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ کو علم نہیں تو کس کو علم ہے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے اور ایک شخص نے سوال کیا کسی مسئلے کے بارے میں جس کو اہل مغرب والوں نے یہ مسئلہ دے کر بھیجا تھا تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں اور اس شہر میں یہ مسئلہ درپیش نہیں آیا اور نہ ہی ہم نے اپنے مشائخ میں سے کسی شیخ سے اس مسئلے کے بارے میں کچھ سنا تو واپس لوٹ جا۔ جب کل کا دن آیا تو یہ شخص دوبارہ آیا اپنے سامان کو خچر پر سامان رکھ کر چلتے ہوئے امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہنے لگا کہ میرا مسئلہ؟ تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیا جواب ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ اے عبد اللہ! کہ میں ایسے لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر آیا ہوں جو آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں تو امام مالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر کسی خوف و خطر کے کہا کہ واپس جا کر ان سے کہہ دینا کہ میں اس مسئلے کے بارے میں بہتر نہیں جانتا ہوں۔

متی یحرم الافتاء: (فتویٰ دینا کب منع ہے؟)

لا یجوز علی الافتاء الا لمن استجمع ہذہ الشروط وصار مؤہلا لذلک ثم ان المفتی المؤہل ایضا لا یجوز لہ الافتاء فی الاحوال الاتیۃ۔

الاول: اذا کان المفتی اهلا للافتاء بوجه عام ولکنه لا یعرف حکم المسئلة المسئول عنها بخصوصها ولا یتمکن من استنباطه او اشتبهت علیه الادلة ولم یتمکن من الترجیح وذلك لقول الرسول الکریم ﷺ القضاة ثلاثة واحد فی الجنة واثنان فی النار. فاما الذی فی الجنة فرجل عرف الحق وقضی به ورجل اعرف الحق فجاز فی الحکم فهو فی النار ورجل قفی للناس علی جهل فهو فی النار اخرجه ابوداؤد.

ترجمہ: فتویٰ دینا جائز نہیں ہے مگر اس عالم کیلئے جس میں یہ شرائط جمع ہوں اور وہ اس کا اہل بن چکا ہو اور وہ مفتی جو افتاء کی اہلیت رکھتا ہو اس کیلئے بھی فتویٰ دینا جائز نہیں ہے آنے والے احوال میں۔

ا۔ مفتی جب افتاء کی اہلیت رکھتا ہو عام طریقے سے لیکن جس مسئلے کے بارے میں اس سے پوچھا گیا ہو خصوصیت کے ساتھ اس کا حکم نہ جانتا ہو اور اس کے استنباط پر قدرت بھی نہ رکھتا ہو اور اس پر ادلہ مشتبہ ہو چکی ہوں اور ترجیح دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو ایسے مفتی کیلئے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے اور نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ قاضی تین قسم پر ہے ایک جنت میں جائیگا اور دو جہنم میں جائیں گے پس جو جنت میں جائیگا وہ آدمی ہے جو حق جانتا ہو اور حق کے ساتھ فیصلہ کرے۔ دوسرا وہ آدمی جو حق کو جانتا ہو لیکن فیصلے میں دھوکہ بازی کرے تو وہ جہنمی ہے تیسرا وہ آدمی جو لوگوں کے فیصلے جہالت پر کرے پس یہ بھی جہنمی ہے۔

**الرجوع عن الفتوی: (اگر غلط فتویٰ دے دیا تو کیا کرے)**

یجب علی المفتی ان ظهر خطا فی فتواه ان یرجع عن فتواه السابقة وان لا یخجل من ذلك وجاء فی خطاب سیدنا عمر بن الخطاب الی ابی موسی الاشعری رضی الله عنهما: لا یمنعنك قضاء قضیته بالامس راجعت فیه نفسك وهدیت رشدك ان یراجع الحق فان الحق قدیم وان الحق لا یبطله شیء ومراجعة الحق خیر من التمادی فی الباطل.

ترجمہ: رجوع عن الفتویٰ: مفتی پر واجب ہے کہ جب اسے اپنے فتویٰ میں خطا ظاہر ہو جائے تو سابقہ فتویٰ سے رجوع کرے اور اس پر شرمندہ نہ ہو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف جو خطبہ بھیجا اس میں لکھا تھا کہ ہر گز آپ کو منع نہ کرے وہ فیصلہ جو آپ نے کل کیا تھا پھر آپ کا نفس اس سے رجوع کرے اور تجھے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کی گئی ہو کہ تو حق سے رجوع کرے اس لئے کہ حق قدیم ہے اور حق کو کوئی چیز باطل نہیں کر سکتی اور حق کی طرف رجوع کرنا باطل میں رہنے سے بہتر ہے۔

اعلام المستفتی بالرجوع من الفتوی۔

وقد اخرج الخطیب رحمة الله علیه ان الحسن بن زیاد اللؤلؤی رحمة الله علیه استفتی فی مسئلة فاخطا فلم یعرف الذی افتاه فکتری منادی ینادی ان الحسن بن زیاد استفتی یوم کذا و کذا فی مسئلة فاخطا فمن کان افتاه الحسن بن زیاد بشیء فیرجع الیه فمکث ایاما لا یفتی حتی وجد صاحب الفتوی فاعلمه انه قد اخطا وان الصواب کذا و کذا

ترجمہ: خبر دینا اپنے فتوی سے مستفتی کو رجوع کرنے کے بارے میں: خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کی ہے کہ حسن بن زیاد لولوی سے ایک مسئلے کے بارے میں پوچھا گیا جس میں ان سے خطا ہو گئی تھی اور وہ اس شخص کو نہیں پہچانتے تھے جس کو انہوں نے فتوی دیا تھا تو انہوں نے ایک آواز لگانے والے شخص کو مقرر فرمایا کہ حسن بن زیاد سے فلاں دن فلاں مسئلہ کے متعلق جو پوچھا گیا تھا اس میں ان سے خطا ہو گئی تھی پس حسن بن زیاد نے جس کو فتوی دیا تھا وہ شخص ان کی طرف رجوع کرے اور حسن بن زیاد کچھ دن ٹھہرے اور فتوی نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ صاحب فتوی کو پا لیتے اور اسے خبر دے دیتے کہ وہ فلاں مسئلے میں خطا ہوئے تھے اور حق مسئلہ فلاں فلاں اس طرح تھا

(الفقیہ والمتفقہ ۲/۴۲۴ رقم ۱۲۰۹ باب رجوع المفتی عن الفتوی)

مسئلہ: کسی چیز کا علم نہ ہونا اس کے عدم کی دلیل نہیں:

۱۔ واقول اما قوله لا اعلم لهذا المولد اصلا فی کتاب ولا سنة فیقال علیه نفی العلم لا یلزم منه نفی الوجود۔

(الحاوی للفتاوی جلد: ۱ صفحہ ۱۹۲)

۲۔ لا تترک لما یحصل عندها من منکرات (شامی جلد نمبر ۱ صفحہ ۶۶۵)

۳۔ مولوی اشرفعلی تھانوی لکھتے ہیں: عدم علم وقوع کو مستلزم نہیں (تفسیر بیان القرآن ص ۷۵۲)

۴۔ عدم النقل لا ینفی الوجود (فتح القدیر ج ۱ صفحہ ۲۰ مکتبہ سکھر)۔

۵۔ ہمارے نہ جان سکنے سے عدم وجود لازم نہیں آتا۔ (بیان القرآن ص ۳)

۶۔ کسی شی کے علم نہ ہونے سے معدوم ہونا لازم نہیں۔ (بیان القرآن ص ۵)

۷۔ لانا نقول ان عدم الوجدان لا یقتضی عدم کونه فی الکتاب۔

(نور الانوار مبحث القیاس)

۸۔ والاحتجاج بلا دلیل۔۔۔ عند الجمهور لیس بحجة اصلا لا فی النفی ولا فی الاثبات لقوله تعالی وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان هودا او نصاری تلك امانیهم قل هاتوا

برهانکم ان کنتم صدقین امر النبی ﷺ بطلب الحجۃ والبرهان علی النفی والاثبات جمیعا نور الانوار حاشیہ ۳ قولہ وعند الجمهور ای من اصحابنا والشافعیۃ لیس بحجۃ اصلا فات عدم وجدان الدلیل لایوجب انتفاء الدلیل فی الواقع

ترجمہ: یعنی کسی شیَ کا عدم نقل اس کے وجود کی نفی نہیں کرتا کیونکہ ہمارے نہ پانے سے یہ لازم نہیں کہ یہ قرآن میں نہیں کیونکہ ہمارا نہ پانا قرآن پاک میں یہ لازم نہیں کرتا کہ یہ قرآن کریم میں نہیں بغیر دلیل حجت قائم کرنا۔۔۔ جمہور علماء کے نزدیک یہ سرے سے حجت ہی نہیں نہ نفی میں نہ میں اثبات میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اور انہوں نے کہا کہ جنت کو صرف یہود و نصاری جائیں گے یہ صرف ان دونوں فریق کے لئے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کی آرزو اور خواہشات ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اگر آپ سچے ہو تو دلیل پیش کرو اللہ پاک نے حضور ﷺ کو حکم دلیل قائم کرنے کی نفی اور اثبات دونوں پر اپنے مدعیٰ پر یہود و نصاری سے طلب کرنے کا دیا۔ شوافع واحناف کے جمہور علماء کا یہ حکم ہے کہ احتجاج بلا دلیل سرے سے دلیل نہیں کیونکہ نہ پانا مدلول کا نفی حقیقت میں نہیں کرتا۔

(قمر الاقمار علی نور الانوار ص ۲۴۱)

**۱۰۔ شاہ انور شاہ کشمیری صدر مدرس دیوبند رقمطراز ہے:**

ان الوجوب والحرمۃ یتبعان الامر والنهی دون النظر المعنوی فلا یجب الشی ولا یحرم الا بالامر والنهی دون النظر المعنوی فلا یجب الشی ولا یحرم الا بالامر والنهی

یعنی کسی چیز کا واجب ہونا یا حرام امر و نہی کے تابع ہیں نظر معنوی کے تابع نہیں تو بغیر امر و نہی کے کوئی چیز واجب و حرام نہیں ہو سکتی۔ مسائل امر و نہی سے لئے جاتے ہیں لوگوں کی طبیعتوں سے نہیں۔

المسائل انما توخذ الامر والنهی لا من اذواق الناس

فیض الباری شرح بخاری جلد 2 ص ۱۱۸

**ابن ماجہ میں ہے باب اجتناب الرای والقیاس: یہ صاحب انجام الحاجۃ تحریر فرماتے ہیں:**

فی القیاس المذموم وهو ما کان من جهۃ رایہ لا القیاس المستنبط من الکتاب والسنۃ فانہ فی حکمیا واول من قاس برایہ ابلیس حیث قال خلقنی من نار و خلقتہ من طین

جو قیاس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مستنبط ہو وہ مذموم نہیں وہ تو اس کے حکم میں ہے اپنی رائے سے پہلے پہل قیاس ابلیس نے کیا جیسا کہ کہا کہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے (یعنی مٹی سے)۔ اور جو قیاس اپنی رائے سے ہو وہ مذموم ہے

(ابن ماجہ ص۶)

۱۲۔عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لم یزل امر بنی اسرائیل معتدلا حتی نشأ فیھم المولدون وابناء سبایا الامم فقالوا بالرای فضلوا واضلوا۔

سبایا جمع ہے سبی کی قیدی بیان اللسان۔

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل کا کام ہمیشہ برابر و صحیح رہا یہاں تک کہ ان میں دوسری قوموں سے بچے پیدا ہوئے جو کہ (لونڈیوں) عورتوں سے تھے تو انہوں نے دین میں اپنی رائے داخل کی تو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا۔

(ابن ماجہ ص۷)

جب مانعین کی رائے چونکہ قیاس شرعی نہیں کیونکہ نہ تو یہ مجتہدین ہیں اور نہ ان کی رائے مستنبط ہے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے بلکہ قرآن اور سنت پر جھوٹ یہی کہتے ہیں کیونکہ قرآن پاک اور سنت رسول اللہ ﷺ کے حوالہ جات کو آپ نے تفاسیر معتبرہ سے دیکھا اور حکم خداوندی تو یہ ہے کہ: وکونوا مع الصادقین۔ سورۃ التوبہ آیت ۱۱۹۔

اللہ پاک نے مؤمنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اور رہو ساتھ سچوں کے۔

۱۳۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: اور کونوا مع الصادقین میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا کہ صفت تقویٰ حاصل ہونے کا طریقہ صالحین وصادقین کی صحبت اور عمل میں ان کی ہی موافقت ہے:

معارف ج ۲ صفحہ ۴۸۵۔

واللہ ورسولہ اعلم

تمت بالخیر

حررہ سید عبدالحق شاہ حنفی ترمذی سیفی